والعصر ٥ ان الانسان لفی خسر ٥

جامعہ عثمانیہ کا ترجمان

العصر پشاور

مدیر مسؤل
مفتی غلام الرحمٰن

دسمبر 2003ء شوال المکرّم ۱۴۲۴ھ

آپ کی توجہ کیلئے!!

جامعہ عثمانیہ پشاور کے توسیعی منصوبہ میں حلقہ جلوزی علاقہ خٹک چراٹ روڈ نزدپبی میں پچپن کنال وسیع قطعہ اراضی پر دو ہزار طلباء کیلئے تدریسی، رہائشی اور دفتری عمارات کا مجوزہ نقشہ تیار ہو چکا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار نمازیوں کیلئے جامع مسجد ﴿عبداللہ ابن مسعود﴾ کے نام سے ایک وسیع اور خوبصورت مسجد بھی منصوبہ کا اہم حصہ ہے۔ سرسری جائزہ کے مطابق صرف مسجد پر (دو کروڑ) 2,00,00,000 روپے کی لاگت آتی ہے۔ اللہ تعالی کا پاک نام لیکر اس منصوبہ پر کام شروع کیا گیا ہے

کیا معلوم؟ کہ آپ جیسے درددین رکھنے والے بےلوث خادم دین مسلمان کی حلال آمدنی میں سے کچھ حصہ اس کے لئے قبول ہو کر آخرت سنوارنے کا ذریعہ ثابت ہو۔ اس لئے آپ اس مقدس مشن میں اپنا حصہ نقد، سریا، سیمنٹ، باجری ریت یا عمارتی لکڑی کی شکل میں ڈال سکتے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالی آپ کو اس اہم خدمت کیلئے قبول فرمائے۔ آمین

شعبہ نشر واشاعت جامعہ عثمانیہ پشاور

جامعہ عثمانیہ پشاور کا ترجمان

ماہنامہ

العصر

پشاور

زیر سرپرستی

حضرت مولانا حکیم لطف الرحمٰن صاحب زید مجدھم

مجلس ادارت

مدیر مسئول
مفتی غلام الرحمٰن

نائب مدیر
مولانا ذاکر حسن نعمانی

مجلس مشاورت

مولانا حسین احمد
مفتی نجم الرحمٰن

قانونی مشیر
نثار خان ایڈووکیٹ

دسمبر 2003ء شوال المکرم ۱۴۲۴ھ جلد ۹ شمارہ ۱۲

فہرست مضامین

صدائے عصر	اداریہ	2
دارالافتاء	مفتی غلام الرحمٰن	5
مجاذیب اوران کی پراسرار دنیا	نثار احمد خان	22
تلاش علم	شیخ عبدالفتاح ابوعدہ	34
سالانہ فہرست العصر		43

پوسٹ بکس نمبر ۱۲۰۹ پشاور صدر۔ صوبہ سرحد پاکستان فون ۲۷۳۵۶۱-۰۹۱

پبلشر و دفتر

مفتی غلام الرحمٰن نے وحدت پرنٹنگ پریس خیبر بازار پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ العصر جامعہ عثمانیہ، عثمانیہ کالونی نوتھیہ روڈ پشاور صدر سے شائع کیا

بدل اشتراک فی پرچہ 15 روپے / زر سالانہ اندرون ملک 125 روپے بیرون ملک 25 ڈالر کی قیمت

صدائے عصر

آہ! مولانا فضل الٰہی نوراللہ مرقدہ

اگرچہ درحبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری انسان کو دنیا و مافیھا سے بے خبر کر دیتی ہے اور چاہئیے بھی کہ روضہ اطہر کی جالی کے پاس کھڑے ہوکر ﴿الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ﴾ کی صدائیں بلند کرتے ہوئے بال بچوں یا اقرباء کی فکر نہ رہے- حرم نبویؐ میں رہتے ہوئے بھی اگر دنیاوی تفکرات سے جان نہ چھوٹے تو شاید یہ بے وفائی کے سیاہ دھبہ سے دامن داغدار ہونے کی نشانی ہوسکتی ہے- تاہم دعاؤں کی فہرست میں رفقاء اور متعلقین کو یاد رکھنا الگ بات ہے- ایک تو یہ حقوق العباد کا مسئلہ ہے- دوسرا یہ بھی ہے کہ انسان دوسروں کے لئے دعاؤں میں یہ حرص ولالچ پنہاں رکھتا ہے کہ شاید غائبانہ دعاؤں کی برکت سے اس کی درخواست بھی شرف قبولیت پالے اور بیڑا پار ہوجائے- یہ گزشتہ رمضان کی روئیداد ہے- کچھ ایسی بے فکری کی دنیا میں گم تھا کہ اچانک برخوردارم احسان الرحمٰن کی اطلاع نے بیداری کا فریضہ سرانجام دیا کہ شاہ منصور بابا مولانا فضل الٰہی وفات پاگئے ہیں- میں جنازہ میں شریک رہا- آپؒ حرم میں اس کے لئے دعا کریں- مرحوم کی وفات کی الم ناک اطلاع نے پورے عشرہ میں مجھے بھولنے نہیں دیا- آپؒ خود دعاؤں کے گرویدہ تھے- اس لئے اعتکاف کے دوران کوئی ایسی دعا نہ رہی جو آپؒ کے ذکر خیر سے خالی ہو- آپ کی مغفرت کی دعا سے عموماً میری ہر درخواست دعا مزین رہتی-

اگرچہ مرحوم سے مجھے باقاعدہ زانوئے تلمذ تہہ کرکے استفادہ کا موقعہ نہیں ملا- لیکن آپؒ کے تدین، خداترسی، خوش اخلاقی اور ملنساری نے میرے دل میں ایسا مقام پیدا کیا تھا کہ میں آپؒ کو اپنے بزرگ اساتذہ کرام کی فہرست کے قریب رکھا- آپؒ کی ملاقات سے کچھ ایسا اطمینان ملتا جیسا

...اپنے کسی شفیق استاذ کی خدمت میں حاضر ہو- یہی وجہ ہے کہ دارالعلوم حقانیہ سے گاؤں منتقل ہونے
...بعد صوابی کے علاقہ میں آنے جانے کے موقعہ پر آپ سے ضرور ملتا- آپؒ سے شناسائی کی
...ستان بہت قدیم ہے- غالباً قاضی حمداللہ، امور عامہ، صدرا، شمس بازغہ اور خیالی پڑھتے وقت آپ کی
...ت میں کبھی حاضر ہوتا- اس وقت آپ اکوڑہ خٹک کے جامعہ اسلامیہ میں مدرس تھے- اور میں
...منے ایک چھوٹی سی مسجد میں رہا کرتا تھا- دارالعلوم حقانیہ میں آپ کی تشریف آوری کے موقعہ پر میں
...ابتدائی درجات کا ایک ادنی مدرس تھا- لیکن آپ کی شفقت ومحبت نے ہمیں کسی اعلیٰ درجہ کے
...س ہونے کی خوش فہمی میں مبتلا کیا- تکلم میں برادرانہ لہجہ غالب تھا کہ ﴿ملگریا﴾ یعنی ساتھی کہہ کر
...تے- دعاؤں میں اتنی فیاضی تھی کہ واقعی آپ فضل الٰہی رہے- ہم نے شیخ الحدیث حضرت مولانا
...ر الدین غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ کو نہیں دیکھا لیکن آپ کے خلوص وللّٰہیت کی باوثوق داستانوں سے
...ی روحانی محفلوں کی بہاریں ضرور دیکھی- آپؒ کی نشست وبرخاست، گفت وشنید اور کردار میں وہی
...بلاتی نقشہ ہم نے پایا گویا یوں محسوس کیا کہ آپؒ اپنے شیخ کے اوصاف کا عکس ہیں-

جامعہ عثمانیہ کے قیام اور تعمیر وترقی میں آپ کی دعاؤں کا خاص دخل رہا ہے- ۱۹۹۲ء میں
...ب اس کی بنیاد رکھی گئی تو مطلع ہونے پر بڑی فیاضی سے دعائیں دیں- ضعف وناتوانی یا کمزوری کی
...سے اگر حاضری کا موقعہ ہمیں فراہم نہ کرتے تو دعا سے اس کمی کا ازالہ فرماتے- میں جب کبھی دعا
...درخواست کرتا تو ہاتھ اٹھا کر مختصراً وقتی دعا فرماتے اور رات کے آخری حصہ میں بھی یاد رکھنے کا وعدہ
...اتے- کبھی کبھار مزاحاً فرماتے- اگر ہم دعا نہ کریں تو اور کیا کریں گے- جب جامعہ کے توسیعی
...وبہ پر کام شروع ہوا- اور چراٹ روڈ پر وسیع قطعہ اراضی کا انتخاب ہوا تو صرف دعا پر اکتفا نہیں
...ا- بلکہ پیران سالی کے باوجود تشریف لائے- بیرون جگہ کے مشاہدہ کے بعد جامعہ کے یوم
...رستان میں شرکت کی- اس وقت سیدی ومرشدی حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب اور استاد محترم
...ح التفسیر مولانا عبدالحلیم صاحب دیروی کے ساتھ سٹیج پر رونق افروز رہے-

اگرچہ تحریر سے خاص وابستگی نہیں رہی- لیکن پھر بھی مطالعہ کا بڑا شوق رکھتے- ہمیشہ دارالعلوم
...نیہ کے کتب خانہ میں کتاب کی تلاش میں رہتے- جب کسی مسئلہ پر معلومات درکار ہوتیں تو ٹھوس

Scanned with CamScanner

اور بنیادی معلومات تک رسائی حاصل کرتے قربانی کی کھال کا مصرف کیا ہے؟ کیا غنی کو کھال دینا جائز ہے یا نہیں؟ ایسا ہی مسجد کی تعمیر میں کسی متولی کو کھال دی جا سکتی ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ علماء کرام کی محفل میں کچھ وقت تک موضوع بحث رہا تھا- ایک دن آپ نے مجھ سے فرمایا- اس مسئلہ کے بارے میں، میں نے کافی حوالہ جات اکھٹے کئے ہیں اور مجھے یہ یقین ہے کہ یہ مصارف صدقات واجبہ کا نہیں ہو سکتے - اور پھر اپنے ایک خاص متکلمانہ انداز بیان میں اس پر بحث کرتے رہے- مجھے اندازہ ہوا کہ آپ کسی مسئلہ میں تحقیق کرتے وقت بڑی گہرائی تک جاتے ہیں- کاش اگر تحریر کی قوت رکھتے تو آج آپ کے علمی کارنامے کتابوں کی شکل میں زندہ رہتے- پھر بھی آپؒ نے نصف صدی سے زائد عرصہ مسند تدریس پر فائز رہتے ہوئے ارباب فہم تلامذہ کی ایسی جماعتیں تیار کی ہیں جو آپ کے علمی فیض کے امین ہو کر امت تک پہنچانے کا کارنامہ سرانجام دیں گے- علوم وفنون کی کئی کتابوں پر آپ کی تقاریر اور امالی علمی حلقہ میں خاص شہرت رکھتی ہیں- جن سے طلبہ نے بڑے بڑے رجسٹر بھر دیے ہیں- ہوسکتا ہے کہ کسی شاگرد کا ضمیر اسے آپ کے تحقیقی کارناموں کو زندہ رکھنے پر مجبور کرے- جامعہ عثمانیہ آپ کے جملہ پسماندہ گان کے ساتھ اس صدمہ میں شریک ہے- دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالی مرحوم کو درجات عالیہ نصیب فرمائے- آمین-

والعصر ٥ ان الانسان لفی خسر ٥

سوال بابت پرائیویٹ فنڈ

جراٹ سیمنٹ فیکٹری افسران نے اپنے شاف ممبران کی فلاح بہبود کیلئے ایک پرائیویٹ فنڈ قائم کیا ہے۔ جو کہ ممبران کی تنخواہوں سے ماہانہ کٹوتی کے ذریعے PLS اکاؤنٹ (نفع نقصان میں شراکت) میں جمع ہوتا ہے۔ اِس فنڈ سے ممبران کو درج ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

۱ ملازمت کے دوران اگر فنڈ کا کوئی ممبر فوت ہو جائے۔ تو اسکی بیوہ کو چندہ کی آخری کٹوتی کی مناسبت سے طے کئے فارمولے کے مطابق بیوہ پنشن دی جاتی ہے۔ تا کہ وہ اپنے یتیم بچوں کی پرورش رنگہداشت صحیح طور پر کر سکے۔

۲ **تجہیز و تکفین**۔ فنڈ ممبر کے والدین یا بیوی بچوں میں سے کسی کی وفات کی صورت میں فنڈ سے امدادی رقم دی جاتی ہے۔

۳ **معذوری پنشن**۔ بوجہ معذوری نوکری سے برخاست ہونے والے ممبران کو معذوری الاؤنس دیا جاتا ہے۔

۴ ضرورت مند ممبران کو اس فنڈ سے قرضہ جات دئے جاتے ہیں۔ جس پر 12% منافع لیا جاتا ہے۔ جبکہ قدرتی آفات طویل بیماری وغیرہ کی صورت میں بغیر منافع کے ہنگامی قرضے بھی دئے جاتے ہیں۔

۱۔ یہ کہ اس فنڈ کے ممبران کو جمع شدہ فنڈ درج ذیل فارمولے کے مطابق واپس کی جاتی ہے۔

a) اگر کوئی ممبر ملازمت سے ریٹائیر ہو جائے تو اسے اسکی جمع رقم 100% واپس کی جاتی ہے۔

b) اگر کوئی ممبر ملازمت سے مستعفی ہو جائے تو اسے اس کی جمع شدہ رقم کا 50% واپس کیا جاتا ہے۔

c) اگر کوئی ممبر ملازمت سے برخاست ہو جائے تو اسے اسکی جمع شدہ رقم کا 75% واپس کیا جاتا ہے۔

۲۔ یہ کہ فنڈ کی کچھ رقم سے سیونگ سرٹیفکیٹ خریدے گئے ہیں۔ جس پر حاصل شدہ آمدنی رمنافع فنڈ میں جمع کیا جاتا ہے۔

۳۔ یہ کہ بعض ممبران کو جن کے اپنے یا اپنے خاندان کے افراد پر علاج معالجے کے سلسلے میں بہت زیادہ رقم خرچ ہو جائے اور اس کی استطاعت سے باہر ہو تو ان کو فنڈ سے مفت مالی امداد دی جاتی ہے۔ لہذا مذکورہ بالا معلومات کی روشنی میں آپ ہمیں اپنے قیمتی رائے سے نوازیں۔

یاد رکھیں کہ یہ فنڈ صرف اس نیک جذبے سے قائم کیا گیا ہے۔ تا کہ ممبر فنڈ کی فوتگی کی صورت میں ان کے پسماندگان کی مالی امداد ہو سکے۔ چونکہ یہ ایک بالکل ذاتی قسم کا پرائیویٹ فنڈ ہے۔ اور چراٹ سیمنٹ کمپنی لمیٹڈ کا اس سے کوئی واسطہ، عمل دخل نہیں لہذا آپ سے گذارش ہے۔ کہ مذکورہ بالا فلاحی منصوبوں رسکیموں کے پیش نظر فنڈ ممبران کو دیئے جانے والے قرضوں پر منافع لیکر اسی فنڈ میں دوبارہ استعمال کر کے انہی ممبران کی فلاح و بہبود پر خرچ کرنے کا عمل کس زمرے میں آتا ہے؟ یعنی کیا مذکورہ منافع سود کہلائے گا یا نہیں۔ چونکہ قرضوں پر منافع کی رقم کی کٹوتی کے بغیر فنڈ کا قائم رہنا ممکن نہیں۔ اور فنڈ کے خاتمے سے ضرورت مند ممبران اور فوت شدہ ممبران کے لواحقین کے متاثر ہونے کا خدشہ ہے۔ اور ممبران کو دئے جانے والے مراعات کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ جبکہ فنڈ کا قائم رہنا ممبران کے بہترین مفاد میں ہے۔

لہذا آپ اپنی رائے سے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مدلل جواب سے آگاہ کریں۔ اور ساتھ ساتھ متبادل اسکیم (اگر ہو) بھی تجویز کریں۔ تا کہ فنڈ بھی قائم رہے۔ اور شریعت کی خلاف

ورزی بھی نہ ہو۔ اور رفاہی اداروں کو بھی سود سے محفوظ رکھیں

ظفر اقبال صدر آفیسرز

ویلفیئر فنڈ نوشہرہ

الجواب و باالله التوفيق

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ حضرات کا پرائیویٹ طور پر سٹاف ممبران کی فلاح و بہبود کے لئے فنڈ قائم کر کے بروقت ضرورت مند کی مدد کرنا قابل تحسین اقدام ہے۔ ملازم کی فوتگی پر اس کی بیوہ اور یتیم بچوں کا سہارا بننا یا کسی قریبی رشتہ دار کی فوتگی پر تجہیز و تکفین کے موقعہ پر تعاون کرنا یا کارخانہ سے برخاست ہونے پر معذوری الاؤنس دینا یقیناً مثالی کارکردگی ہے۔ یہی ایک انسانی معاشرہ کی خوبی ہے کہ وہ ایسے آڑے وقت میں ایک دوسرے سے تعاون کرے۔ اسلام ایسے رفاہی کاموں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اور قدم بقدم اسکی حوصلہ افزائی کیلئے سرگرم عمل ہے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ﴿الخلق عيال الله فاحب الخلق الى الله من احسن الى عياله﴾

رواه البهيقى فى شعب الايمان –

ترجمہ: مخلوق خدا کا کنبہ ہے لہذا خدا کے نزدیک مخلوق میں بہترین وہ شخص ہے جو خدا کے کنبہ کے ساتھ احسان اور حسن سلوک کرے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بندے اور اس کے خالق کے درمیان جس تعلق اور نسبت کو ظاہر کیا۔ یہ اس کا مقتضی ہے کہ مسلمان پورے اسلامی معاشرہ کے لئے فکر مند ہو۔ اگر چہ دنیا میں دوسرے مذاہب والے بھی ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں لیکن ان کے امداد باہمی کے پس منظر میں کچھ دوسرے عوامل کارفرما ہوتے ہیں۔ یہ محض ایک اسلامی معاشرہ کی خوبی ہے کہ وہ ایک دوسرے کو ایک بدن کے اجزاء سمجھتے ہوئے تعاون کرتے ہیں۔ رفاہی کاموں کو ایک اسلامی معاشرہ میں جو حوصلہ ملتا ہے وہ دوسرے معاشروں میں میسر نہیں۔ بلکہ اسلام بلا امتیاز مذہب و عقیدہ مسلمان کی طرح غیر مسلم سے تعاون کو بھی اپنا ضروری فریضہ سمجھتا ہے اس لئے آپ حضرات کی یہ کاوش قابل تحسین ہے۔ لیکن اس میں آپ حضرات نے سودی نظام کی بعض ایسی چیزیں شامل کی ہیں جن کی وجہ سے اس رفاہی ادارہ کی افادیت خود بخود ختم ہو جاتی ہے۔ آپ حضرات کو یہ یقین کرنا ہوگا

Scanned with CamScanner

کہ سودی نظام میں اپنے آپ کو پھنسانے کی صورت میں اچھے سے اچھا کام کی افادیت بھی ختم ہو جاتی ہے۔اس منحوس نظام کی وجہ سے ایسی خرابیاں معاشرہ میں پیدا ہوتی ہیں جس سے اسلامی معاشرہ اپنا وجود کھو بیٹھتا ہے اور خیر خواہی کا جذبہ درندگی اور مفاد پرستی پر منتج ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن نے سود خوری کو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اعلان جنگ قرار دیا ہے۔

آپ کے ان اقدامات میں سے PLS کھاتہ میں رقم جمع کرنا صحیح نہیں ۔کیونکہ یہ کھاتہ تاہنوز سودی نظام کا تجربہ ہے۔اس میں صرف نام کا نفع و نقصان ﴿شراکتی کھاتہ﴾ ہے۔ورنہ وہی سودی نظام ہے جو دوسرے کھاتوں میں چلا آرہا ہے۔بہتر یہ ہوگا کہ آپ لوگ اپنی یہ رقم کرنٹ اکاؤنٹ میں رکھیں یا میزان بنک یا خیبر بنک کی ایک برانچ میں جس میں اسلامی بنکنگ کا تجربہ ہو رہا ہے،اس کو استعمال کر سکتے ہیں۔علاوہ ازیں ضرورت مند کو 12% منافع پر رقم دینا مکمل سود ہے۔ایسا ہی سیونگ سرٹیفکیٹ کی خریداری کا معاملہ بھی جائز نہیں۔اس سے آپ کی محنت کی خیر خواہی کے جذبات معدوم ہو جاتے ہیں۔ایسی صورت میں نیکی کا تصور باقی نہیں رہتا،اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص غرباء اور فقراء سے خیر خواہی کے جذبہ سے تعاون کے لئے لوگوں سے رشوت لیا کرے اور یارات کو چوری کر کے صبح وہ رقم غرباء میں تقسیم کرے۔ظاہر ہے کہ ایسے کاموں میں ثواب کی بجائے گناہ زیادہ ہے۔آپ لوگ اس رقم سے پلاٹ خرید کر یا پلازہ بنا کر ایک جائز کاروبار کر سکتے ہیں۔جسکی حلال آمدنی سے آپ یہ تمام نیک کام پورے کر سکتے ہیں۔

نظام تعلیم میں انقلابی اصلاحات

بریگیڈئر (ر) محمد علی

قسط نمبر 2

۱۳۔ **نصابی کتب**: جب نصاب میں انقلابی تبدیلیاں کی جائیں گی تو ظاہر ہے اس کے مطابق نئی نصابی اور امدادی کتب بھی لکھی جائیں گی یہ کام بھی جتنا اہم ہے،اتنا ہی مشکل ہے اور وقت طلب ہے۔بہر حال اس کو ہر صورت میں کرنا ہوگا۔تعلیم و تربیت کے عمومی مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے اہل ترین علماء ار ماہرین سے یہ کتابیں نئے سرے سے لکھائی جائیں گی تا کہ تمام غیر اسلامی نظریات و خیالات کو نصابی کتب سے نکالا جائے،حقائق کو دینی رنگ میں رنگا جائے اور جدید ترین و مفید علوم و فنون کو جگہ دی جائے۔اس وقت صورت حال یہ ہے کہ کم از کم صوبہ سرحد میں ایک ہی مضمون پر کئی قسم کے اضافی کتب زیر استعمال ہیں۔ان میں سے کئی تو غیر پاکستانی اداروں کے تیار کردہ ہیں۔ان کے اندر کا مواد بھی ہمارے مقاصد سے لگا نہیں کھاتا بلکہ ہمارے مذہب اور روایات کے خلاف ہے۔اپنی موجودہ تیار شدہ کتب بھی معیار سے گرے ہوئے ہیں،جدید علوم و فنون سے عاری ہیں۔طلباء اور اساتذہ دونوں گائیڈ بکس اور دیگر امدادی کتب سے کام لیتے ہیں۔پڑھائی صرف امتحانی نقطہ نگاہ سے کی جاتی ہے۔علم نام کی کوئی چیز ہمارے دماغوں میں نہیں اتر رہی۔یہ سلسلہ ہم سب کے لئے سم قاتل سے کم نہیں۔اس میں بنیادی ار انقلابی تبدیلی کی ضرورت ہے۔

۱۴۔ **تعلیم نسواں**: ہمارے ہاں تعلیم نسواں کے بارے میں معذرت خواہانہ رویہ اپنایا جا رہا ہے۔جو کسی طرح بھی مناسب نہیں۔سب سے پہلے یہ سمجھنا چاہیے کہ مغربی تعلیمی نظام ہمارا معیار ہرگز نہیں۔ہم صرف اپنے ہی الہامی ماخذ سے اکتساب کرتے ہیں اور بس۔تعلیم نسواں کے حوالے سے ہماری خامیاں اور مطلوبہ اصلاحات درج ذیل ہیں:۔

(ا) عورت اور مرد حقوق میں برابر لیکن فرائض و دائرہ کار میں الگ الگ ہیں۔ہم مغرب کی تقلید میں

دونوں کوایک ہی تعلیمی وتربیتی نصاب نہیں پڑھا سکتے۔مردوں کو اسلام میں ساری بیرونی ذمہ داریاں دی گئی ہیں جس میں اللہ کی فضل کی تلاش، جہاد، سیادت وقیادت جیسے اہم کام شامل ہیں۔خواتین کو اتنے ہی اہم، بلکہ نئی نسل کی ابتدائی نگہداشت وتربیت اور امور خانہ داری جیسی اہم ترین کام سپرد کئے گئے ہیں-ایک خاندانی اکائی کے قیام، باہمی محبت وایثار اور ایک صحت مند وصالح انسانی معاشرے کی تعمیر کے لئے حقوق وفرائض کی یہ تقسیم میں کسی قسم کی افراط وتفریط معاشرے میں بگاڑ وفساد کا باعث بنتا ہے جیسا کہ اس وقت مغرب میں رونما ہو چکا ہے۔اس لئے نصاب تعلیم بھی انہی حقوق وفرائض کے مطابق دونوں کے لئے الگ الگ ترتیب دینا چاہیے۔جو خواتین سے مخصوص ہیں جیسے شعبہ طب ،شعبہ خوراک وپوشاک وغیرہ۔

(۲) مخلوط تعلیم بھی ایک لعنت ہے جو ہمیں باہر سے ملا ہے۔اور اس وقت تمام بیرونی امدادی تنظیمیں اپنے تمام امداد اس شرط کے ساتھ مشروط کرتی ہیں کہ کسی نہ کسی طرح تعلیمی اداروں میں مخلوط تعلیم آئے اور دفاتر میں مخلوط ماحول پروان چڑھے۔ہمارے دین، اخلاق وکردار اور تہذیب کے خلاف یہ غیر محسوس حملہ بڑا سنگین ہے اور اس کو ہر صرت میں ناکام بنانے کے لئے ہمیں جرأت کردار وگفتار سے کام لینا چاہیے۔علم حاصل کرنا خاص طور پر دینی علم کرنا، مرد وعورت پر فرض ہے، لیکن اس اجازت کی آڑ میں مخلوق تعلیم کو کسی طور بھی رائج نہیں کیا جا سکتا۔پانچویں جماعت کے بعد راستے الگ ہونی چاہیے۔اداروں میں، نصاب میں، اساتذہ میں، اور آخر میں ضروری شعبوں کے تخصص اور اجتماعی کاموں میں بھی۔

۱۵۔نجی تعلیمی ادارے: ہر قسم کے نجی تعلیمی ادارے خالصتاً کمرشل افادیت کو سامنے رکھتے ہوئے وجود میں آگئے ہیں، جن کی اکثریت کئی لحاظ سے مطلوبہ معیار پر پورا نہیں اترتی۔پاکستان دنیا بھر کے نظام ہائے تعلیم کیلئے ایک تجربہ گاہ کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔دنیا کے ہر قسم کے نصاب، نصابی کتب، ہم نصابی سرگرمیاں، یونیفارم، مرضی کی فیسیں اور طریقہ کار یہاں پر رائج ہو چکا ہے۔اور کوئی حکومتی ادارہ ان کو ایک متعین رخ دینے والا نہیں۔جس کی مرضی ہو وہ اپنی مطلب کا اور مطلوبہ سہولیات

سے عاری اسکول، کالج اور یونیورسٹی کھول دیتا ہے۔بلند بانگ دعوے کر کے بچوں سے بڑی بڑی فیسیں طلب کرتا ہے اور مطلوبہ سرٹیفکیٹ وڈگری مل جاتی ہے۔مطلوبہ علم وتربیت یہاں بھی ناپید ہے، بس پیسے کمانے کی ایک دوڑ لگی ہوئی ہے یہاں تک کہ بیرونی یونیورسٹیوں سے الحاق کرنا اور ان کا نصاب اختیار کرنا بھی ایک عام سی بات ہو گئی ہے۔یہ صورتحال بڑی پریشان کن ہے کافی وسیع اصلاحات درکار ہیں تاکہ پورے صوبے میں، بلکہ پورے ملک میں، تعلیمی لحاظ سے ہر جگہ یکسانیت ہو اور متعین قومی مقاصد کا حصول یقینی بنایا جائے۔خلاف ورزی کرنے والوں کا مواخذہ ہو اور دینی وعوامی مفاد کا تحفظ ہو سکے۔

۱۶۔نظام امتحانات: تعلیمی عمل کے تین ستون نصاب، تدریس اور امتحان ہیں۔امتحان کافی حد تک نصاب اور تدریس کی خامیوں اور خوبیوں کی نشاندہی کرتا ہے۔معیار میں یکسانیت قائم کرتا ہے۔یہ معیار کو بلند کرنے کا ایک آلہ ہے۔تنقیدی، تخلیقی اور تحقیقی قوت اور قابلیت پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے۔طالب علم کی خوبیوں اور خامیوں کی نشاندہی کرنے والا اور ان کی وجوہ معلوم کرنے کا ذریعہ ہے۔امتحان تعلیمی مقاصد کے حصول کے لئے محرک ہوتا ہے۔طریقہ تدریس کو بہتر بنانے میں مدد دیتا ہے۔راہنمائی اور مشاورت میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔امتحان اعلیٰ تعلیم میں داخلے اور سروسز میں جانے کے لئے مقابلے اور موازنے کی بنیاد مہیا کرتا ہے۔امتحان اپنے موثق، قابل اعتماد، یکساں اور درست ہونے سے معاشرے میں بھروسے اور یقین کی فضا پیدا کرتا ہے جس سے لوگ اپنی قابلیت اور صلاحیت پر مطمئن ہوتے ہیں۔مروجہ طریقوں سے لئے گئے امتحانات بہت سی کمزوریوں کا باعث بن رہے ہیں-موجودہ نظام امتحانات تعلیم کی پیمائش کرنے اور اس کے لئے محرک ثابت ہونے میں ناکام ہو گیا ہے۔یہ نظام رٹنے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔یہ طلبہ کو مختلف قسم کے خوف، دباؤ، تناؤ اور کھنچاؤ میں مبتلا کرتا ہے۔ماہرین نے یہاں تک کہا کہ یہ نااہل اور بددیانت امتحانی نظام علمی سطح کا جائزہ نہیں لے سکتا۔یہ محنت کی حوصلہ شکنی کرتا ہے۔اچھے نمبر حاصل کرنے کے لئے رشوت، سفارش، طاقت کا غلط استعمال، نقل، ڈرانے دھمکانے کے علاوہ بہت سے دوسرے غلط ذرائع استعمال کیے جاتے ہیں۔پورا

Scanned with CamScanner

دونوں کو ایک ہی تعلیمی و تربیتی نصاب نہیں پڑھا سکتے۔ مردوں کو اسلام میں ساری بیرونی ذمہ داریاں دی گئی ہیں جس میں اللہ کی فضل کی تلاش، جہاد، سیادت و قیادت جیسے اہم کام شامل ہیں۔ خواتین کو اتنے ہی اہم، بلکہ نئی نسل کی ابتدائی نگہداشت و تربیت اور امور خانہ داری جیسی اہم ترین کام سپرد کئے گئے ہیں۔ ایک خاندانی اکائی کے قیام، باہمی محبت و ایثار اور ایک صحت مند و صالح انسانی معاشرے کی تعمیر کے لئے حقوق و فرائض کی یہ تقسیم میں کسی قسم کی افراط و تفریط معاشرے میں بگاڑ و فساد کا باعث بنتا ہے جیسا کہ اس وقت مغرب میں رونما ہو چکا ہے۔ اس لئے نصاب تعلیم بھی انہی حقوق و فرائض کے مطابق دونوں کے لئے الگ الگ ترتیب دینا چاہیے۔ جو خواتین سے مخصوص ہیں جیسے شعبہ طب ،شعبہ خوراک و پوشاک وغیرہ۔

(۲) مخلوط تعلیم بھی ایک لعنت ہے جو ہمیں باہر سے ملا ہے۔ اور اس وقت تمام بیرونی امدادی تنظیمیں اپنے تمام امداد اس شرط کے ساتھ مشروط کرتی ہیں کہ کسی نہ کسی طرح تعلیمی اداروں میں مخلوط تعلیم آئے اور دفاتر میں مخلوط ماحول پروان چڑھے۔ ہمارے دین، اخلاق و کردار اور تہذیب کے خلاف یہ غیر محسوس حملہ بڑا سنگین ہے اور اس کو ہر صرت میں ناکام بنانے کے لئے ہمیں جرأت کردار و گفتار سے کام لینا چاہیے۔ علم حاصل کرنا خاص طور پر دینی علم کرنا، مرد و عورت پر فرض ہے، لیکن اس اجازت کی آڑ میں مخلوق تعلیم کو کسی طور بھی رائج نہیں کیا جا سکتا۔ پانچویں جماعت کے بعد راستے الگ ہونی چاہیے۔ اداروں میں، نصاب میں، اساتذہ میں، اور آخر میں ضروری شعبوں کے تخصص اور اجتماعی کاموں میں بھی۔

۱۵۔ نجی تعلیمی ادارے: ہر قسم کے نجی تعلیمی ادارے خالصتاً کمرشل افادیت کو سامنے رکھتے ہوئے وجود میں آگئے ہیں، جن کی اکثریت کئی لحاظ سے مطلوبہ معیار پر پورا نہیں اترتی۔ پاکستان دنیا بھر کے نظام ہائے تعلیم کیلئے ایک تجربہ گاہ کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ دنیا کے ہر قسم کے نصاب، نصابی کتب، ہم نصابی سرگرمیاں، یونیفارم، مرضی کی فیسیں اور طریقہ کار یہاں پر رائج ہو چکا ہے۔ اور کوئی حکومتی ادارہ ان کو ایک متعین رخ دینے والا نہیں۔ جس کی مرضی ہو وہ اپنی مطلب کا اور مطلوبہ سہولیات

سے عاری اسکول، کالج اور یونیورسٹی کھول دیتا ہے۔ بلند بانگ دعوے کر کے بچوں سے بڑی بڑی فیسیں طلب کرتا ہے اور مطلوبہ سرٹیفکیٹ و ڈگری مل جاتی ہے۔ مطلوبہ علم و تربیت یہاں بھی ناپید ہے، بس پیسے کمانے کی ایک دوڑ لگی ہوئی ہے یہاں تک کہ بیرونی یونیورسٹیوں سے الحاق کرنا اور ان کا نصاب اختیار کرنا بھی ایک عام سی بات ہو گئی ہے۔ یہ صورتحال بڑی پریشان کن ہے کافی وسیع اصلاحات درکار ہیں تاکہ پورے صوبے میں، بلکہ پورے ملک میں، تعلیمی لحاظ سے ہر جگہ یکسانیت ہو اور متعین قومی مقاصد کا حصول یقینی بنایا جائے۔ خلاف ورزی کرنے والوں کا مواخذہ ہو اور دینی و عوامی مفاد کا تحفظ ہو سکے۔

۱۶۔ نظام امتحانات: تعلیمی عمل کے تین ستون نصاب، تدریس اور امتحان ہیں۔ امتحان کافی حد تک نصاب اور تدریس کی خامیوں اور خوبیوں کی نشاندہی کرتا ہے۔ معیار میں یکسانیت قائم کرتا ہے۔ یہ معیار کو بلند کرنے کا ایک آلہ ہے۔ تنقیدی، تخلیقی اور تحقیقی قوت اور قابلیت پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے۔ طالب علم کی خوبیوں اور خامیوں کی نشاندہی کرنے والا اور ان کی وجوہ معلوم کرنے کا ذریعہ ہے۔ امتحان تعلیمی مقاصد کے حصول کے لئے محرک ہوتا ہے۔ طریقہ تدریس کو بہتر بنانے میں مدد دیتا ہے۔ راہنمائی اور مشاورت میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ امتحان اعلیٰ تعلیم میں داخلے اور سروسز میں جانے کے لئے مقابلے اور موازنے کی بنیاد مہیا کرتا ہے۔ امتحان اپنے موثق، قابل اعتماد، یکساں اور درست ہونے سے معاشرے میں بھروسے اور یقین کی فضا پیدا کرتا ہے جس سے لوگ اپنی قابلیت اور صلاحیت پر مطمئن ہوتے ہیں۔ مروجہ طریقوں سے لئے گئے امتحانات بہت سی کمزوریوں کا باعث بن رہے ہیں۔ موجودہ نظام امتحانات تعلیم کی پیمائش کرنے اور اس کے لئے محرک ثابت ہونے میں ناکام ہو گیا ہے۔ یہ نظام رٹنے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ یہ طلبہ کو مختلف قسم کے خوف، دباؤ، تناؤ اور کھنچاؤ میں مبتلا کرتا ہے۔ ماہرین نے یہاں تک کہا کہ یہ نااہل اور بددیانت امتحانی نظام علمی سطح کا جائزہ نہیں لے سکتا۔ یہ محنت کی حوصلہ شکنی کرتا ہے۔ اچھے نمبر حاصل کرنے کے لئے رشوت، سفارش، طاقت کا غلط استعمال، نقل، ڈرانے دھمکانے کے علاوہ بہت سے دوسرے غلط ذرائع استعمال کیے جاتے ہیں۔ پورا

Scanned with CamScanner

معاشرہ بلاواسطہ یا بالواسطہ طور پر تعلیمی بے قاعدگیوں اور بددیانتی میں حصہ دار ہے۔ یہ نظام اعلیٰ تعلیمی مقاصد کی پیمائش نہیں کرتا۔ استاد اور شاگرد کے رشتے کو کمزور کرتا ہے۔ یہ پیچیدہ اور طویل ہونے کی وجہ سے تعلیمی عمل میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔ یہ غلط طریقہء تدریس کو جنم دیتا ہے، جس سے طلبہ گیس پیپرز، گائیڈز اور نوٹس پر انحصار کرتے ہیں۔ امتحان امیدوار کے علاوہ پورے خاندان کو متاثر کرتا ہے۔ یہ نظام علمی ذوق میں کمی، محنت کا فقدان اور علمی پستی کا موجب بنتا ہے۔ یہ نظام امتحانات، تعلیم کو عام کرنے کے راستے میں زبردست رکاوٹ ہے۔ اس لئے اس میں بنیادی اور انقلابی تبدیلیوں کی اشد ضرورت ہے۔

۱۷۔ **نقل ایک سنگین اخلاقی بیماری:۔** آج کل کے اظہارِ مجسم کا واحد ذریعہ ''سند'' ہے اس لئے ہر جائز و ناجائز ذریعہ سے اس کا حصول طلبہ کا اصل ہدف ہے۔ نقل کے رجحان نے جو شدت اختیار کی ہے اس کے اثرات کا ایک مختصر سا خاکہ پیش خدمت ہے جو جناب پروفیسر نورالحسن فدا کے ایک مقالے سے لیا گیا ہے۔ اساتذہ، طلباء اور والدین کے نزدیک معیاری درس گاہ وہ ہے جس کے سالانہ خارجی امتحانات کے نتائج اعلیٰ ہوں۔ اس سوچ کے زیرِ اثر اب اساتذہ کرام کی ساری توانائیاں اپنے متعلقہ مضمون اور ادارے کے نتیجہ کا گراف بلند دیکھنے میں صرف ہوتی ہیں۔ اس لئے وہ اس سلسلے میں اپنے سامنے روا رکھی جانے والی برائیوں سے صرف نظر کر لیتے ہیں۔

جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ امتحانی ہال کے اندر اور باہر ناپسندیدہ عناصر کی سرگرمیاں بے باکانہ اور جارحانہ انداز میں جاری رہتی ہیں۔ نگران عملہ اگر کچھ باضمیر اور دیانت دار قسم کا بھی ہے تو اس ماحول کا بس اس حد تک مقابلہ کرتا ہے۔ لیکن بالآخر وہ بھی انتظامیہ کی عدم توجہ اور اپنے اردگرد غنڈہ گردی کا تنگ حلقہ دیکھ کر حالات سے سمجھوتہ کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ کوئی ذی ہوش اور صاحب ضمیر استاد امتحانی ڈیوٹی کا نام سن کر ہی لرز جاتا ہے۔ امتحانی ہال کے اندر یا باہر نقل کی اس واردات کے اثرات کمرہ امتحان سے باہر کی تعلیمی اور مجموعی معاشرتی زندگی پر بہت برے مرتب ہوتے ہیں۔

اولاً: یہ کہ تعلیمی درسگاہ کی مجموعی فضا مجرمانہ ذہنیت کے جراثیم سے آلودہ ہو جاتی ہے۔ جب نقل کے ذریعے کامیابی کا حصول ممکن ہو تو طلبہ کو کیا پڑی ہے کہ وہ کلاسوں میں توجہ سے تعلیمی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیں۔ یہی وجہ ہے کہ طلباء کی اکثریت کے اوقات کا بیشتر حصہ کمرہ تدریس سے باہر کی دنیا میں صرف ہوتا ہے۔

ثانیاً: نقل کی اس واردات کے نتیجے میں اساتذہ اور ادارے کے نتیجے کا گراف تو یقیناً بلند ہو جاتا ہے، لیکن تعلیمی معیار اور نظم وضبط نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہتی اور تجربہ شاہد ہے کہ وہ تعلیمی ادارے جن کے امتحانی مراکز میں نقل کا کاروبار عام ہوتا ہے وہاں پر درس گاہ کا تقدس، اساتذہ کا احترام، نظم وضبط اور تعلیمی معیار اس کی فضا سے معدوم ومفقود ہو جاتے ہیں۔

ثالثاً: چونکہ ہمارے معاشرے میں یہ کسی خاص تکمیلی مرحلے پر جاری ہونے والی سند روزگار کا ذریعہ بنتی ہے۔ والدین کے نزدیک طالب علم جملہ تعلیمی کاوشوں کا مرکز خود اس سند کا حصول قرار پاتا ہے۔ چنانچہ اس کے حصول میں جائز اور ناجائز ذرائع اختیار کرنے ہی سے کامرانی کا ہار ملتا ہے، اگر دھاندلی، دھونس، غنڈہ گردی جیسے آسان اسلوب سے یہ پروانہء روزگار حاصل ہو سکتا ہے تو کتنے والدین یا سرپرست ہیں جنہیں اپنے بچوں کیلئے روزگار کی تلاش وجستجو کی ضرورت نہیں ہے اور کتنے والدین ہوں گے جو اسے حرام سمجھ کر اس کے ارتکاب کی راہ میں حائل ہوں گے؟ جس معاشرہ میں اخلاقی اقدار نام کی کوئی چیز باقی نہ رہی ہوں، جہاں حلال وحرام میں تمیز کی حس مفقود ہو کر لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہو وہاں نقل جیسی برائی کو برائی کون تصور کرے گا؟

رابعاً: نقل کے اس جرم کے منفی اور دوررس اثرات معیار تعلیم کے علاوہ نقل کے وسائل نہ رکھنے والے غریب لیکن ذہین اور محنتی طلبہ پر بہت بری طرح مرتب ہوتے ہیں۔ وہ معاشرتی ڈھانچے سے بیزار اور مایوس ہو جاتے ہیں۔ ان کی یہ مایوسی پورے معاشرے میں ایک گھٹن، عدم اطمینان اور بغاوت کی فضا پیدا کر دیتی ہے۔ اخلاق قدروں پر سے ان کا اعتماد اٹھ جاتا ہے۔ اور ان میں نیکی کی صلاحیتیں اکثر وبیشتر جرم اور بغاوت کے جذبات سے آلودہ ہو جاتی ہیں۔

خامساً: نقل اور ناجائز ذرائع سے سندیں حاصل کرنے والے نااہل افراد جب اعلیٰ مناصب پہ

Scanned with CamScanner

فائز ہوتے ہیں اور یقیناً ہوتے ہیں تو ان کے نزدیک درس وتدریس کا تقدس، معیار، تعلیم اور تعلیم سے متعلق اصول وضوابط محض نمائشی اور کتابی اصطلاح رہ جاتے ہیں۔ عملی دنیا میں ان کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔ وہ اخلاقی قدروں کی پامالی کو بحیثیت خود دیکھ کر اکثر وبیشتر ان کی بالواسطہ حوصلہ افزائی کا باعث بنتے ہیں۔ کتنے ہی ایسے اعلیٰ امتحانی عہدوں پر فائز افراد اپنے بچوں کو نقل کے جملہ وسائل مہیا کرتے اور اپنی مرضی کے مطابق نتائج حاصل کرنے میں کوشاں رہتے ہیں۔ اور ستم ظریفی کی انتہا یہ ہے کہ وہ خود اس عظیم جرم کو جرائم کی فہرست میں شامل ہی نہیں کرتے۔

نقل کا یہ رجحان ہمارے نظام امتحان کا پیدا کردہ ہے۔ اس کی شدت میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔ انضباطی کمیٹیوں کے فیصلوں کے باوجود ناجائز ذرائع کے فیصلے صرف کالعدم قرار ہی نہیں پاتے، بلکہ اعلیٰ حکومتی عہدوں پر فائز شخصیات کے حکم سے ناجائز ذرائع اختیار کرنے والے افراد کو کامیاب قرار دے کر سندیں بھی جاری کردی جاتی ہیں، جس کے نتیجے میں اب نقل کے رجحان کی حوصلہ افزائی بعض سیاسی پارٹیاں بھی کر رہی ہیں۔ اگر آپ ثانوی اسکول سرٹیفکیٹ اور انٹر کے امتحان کے دوران انگریزی اور دیگر معروضی سوالات پر مشتمل مضامین کے امتحان کے ایام میں امتحانی مراکز کا چکر لگا کر دیکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ امتحانی کمرے میں بیٹھے ہوؤں کو جدید ترین وسائل کی مدد سے پورے کا پورا پرچہ املا (Dictate) کرا دیا جاتا ہے، اور نگران امتحانی عملہ تو بے بس ہوتا ہی ہے، ان کی معاونت کیلئے آنے والی پولیس فورس بڑے آرام وسکون کے ساتھ ساکت وجامد کھڑی یہ سارا منظر دیکھتی رہتی ہے۔

ان اہم پہلوؤں کے علاوہ امتحانی پرچوں کا قبل از وقت افشاں ہوتا، امتحان کے بعد ممتحن حضرات تک رسائی، با اثر افراد کا ممتحن کو متنوع لب ولہجے سے اپنے ڈھب پر لانا، کنٹرولر امتحانات کے دفاتر میں ریکارڈ میں گڑبڑ کر کے نتائج کو اپنے حسب حال بنانے کے علاوہ جوابی کاپیوں کی نمبر اندازی کے ناقص انداز جیسی بیسیوں ایسی خامیاں اور نقائص ہیں، جن کے باعث موجودہ نظام امتحانات فرسودہ اور معاشرتی انتشار کا باعث بن چکا ہے۔ عوام کا اعتماد اس نظام سے اٹھ چکا ہے اور عظیم ترالمیہ یہ ہے کہ اس عظیم قومی ضیاع کے بارے میں ارباب اقتدار وسیاست کو احساس تک نہیں ہے۔

۱۸۔ **صوبائی اور ضلعی سطح پر تنظیم نو۔** صوبے کا ایک ہی وزیر تعلیم اور ایک ہی سکرٹری تعلیم ہونا چاہیے۔ دو ایڈیشنل سکریٹریز ان کی مدد کر سکتے ہیں۔ تمام اہم شعبے جیسے شعبۂ تعلیم وتربیت، شعبۂ نصاب و نصابی کتب، شعبہ امتحانات، شعبہ اعلیٰ تعلیم، شعبہ فنی تعلیم، شعبہ تحقیق و منصوبہ بندی، شعبہ تعلیمی بنک وکتب بنک، شعبہ ملازمت، شعبہ انتظام وانصرام اور شعبہ نجی تعلیمی ادارے وغیرہ ان کے تحت براہ راست کام کریں گے۔ ان شعبوں کے سربراہ ڈائرکٹر (گریڈ ۱۹۔۲۰) ہوں گے۔ تمام امتحانی بورڈز، ٹیکسٹ بک بورڈ، فاؤنڈیشن اور آتھارٹیز وزیر تعلیم کے تحت ہی ہونی چاہیے۔ اسی طرح فاٹا کا تعلیمی نظام بھی مکمل طور پر وزیر تعلیم کی ذمہ داری ہونی چاہیے۔ تاکہ پورے صوبے میں یکسانیت ہو اور پالیسیوں پر عمل درآمد کرنے میں آسانی ہو۔ اسی طرح ضلعی سطح پر بھی ضلعی تعلیمی افسر (DEO) کے تحت ضروری شعبے جیسے شعبہ تعلیم وتربیت، شعبہ انتظام وانصرام، شعبہ ملازمت، شعبہ تعلیمی بنک وکتب بنک، شعبہ نجی تعلیمی ادارے اور شعبہ فنی چاہیے۔ تفصیلات علیحدہ سے طے کی جاسکتی ہیں۔ ان خطوط پر تنظیم نو کرنے سے درج ذیل فوائد حاصل ہوں گے:۔

(۱) صوبائی اور ضلعی سطح پر علوم وفنون سے متعلق تمام سرگرمیاں قومی تعلیمی مقاصد واہداف سے ہم آہنگ کی جاسکیں گی اور کسی قسم کی بے ربطی، اسراف وانحرف نہیں ہوسکے گا۔ صوبے کا ایک ہی وزیر تعلیم اور ایک ہی سیکرٹری تعلیم اربوں روپے سالانہ کے اس اہم ترین وزارت میں یکسانیت اور مقصدیت لاسکیں گے، جس کا مواخدہ مقتدر اعلیٰ (وزیر اعلیٰ) صوبائی اسمبلی آسانی سے کرسکے گی۔

(۲) تعلیم وتربیت کے تمام ضروری شعبوں جیسے نصاب، نصابی کتب، امتحانات، تحقیق وتالیف، فنی تعلیم (برائے بالغان) پہلی دفعہ باہم مربوط ہوکر ایک ہی وزارت کے تحت آجائیں گے۔

(۳) صوبے میں شرح خواندگی بڑھانے، تعلیمی وفکری انقلاب لانے اور متعلقہ سرگرمیوں کو اخراجات کے حوالے سے بھی ایک یکسوئی اور مرکزیت ہو جائے گی، جس سے ہر قسم کا ضیاع روکا جاسکے گا۔ اور سرمائے ومحنت کا صحیح استعمال یقینی بنایا جاسکے گا۔ بھانت بھانت کے بیرونی امدادی ادارے (Agencies Donor) اور ممالک ایک ہی وزارت سے براہ راست معاملہ کرسکیں

Scanned with CamScanner

گے لیکن عملی طور پر علیحدہ کسی پراجیکٹ کو خود نہیں کر سکیں گے۔ بلکہ حکومت ہی اپنی پالیسی کے مطابق ایسی تمام سہولتوں سے کما حقہٗ فائدہ اٹھا سکے گی۔

(۴) تمام نجی تعلیمی ادارے بھی اس وزارت کے متعلقہ شعبے کے تحت اپنی قانونی اور مناسب سرگرمیاں جاری رکھ سکیں گی اور ان کی موثر نگرانی (Monitoring) کی جا سکے گی تا کہ کسی صورت میں بھی تعلیمی مقاصد سے انحراف نہ ہو۔

(۵) یہی وزارت معاشرے میں تعلیمی و تربیتی مراکز جیسے مساجد، دینی مدارس اور دیگر مخصوص جگہوں میں بالغان کے لئے درس و تدریس کا تمام عمل براہ راست کنٹرول کر سکے گی۔ جس سے شرح خواندگی میں خواہ اضافہ ہوگا اور معاشرے میں ایک عظیم فکری انقلاب لانے میں مدد ملے گی۔ اس منصوبے کی تفصیلات کسی اور موقع پر پیش کی جائیں گی۔

۱۹۔ **ذریعہ تعلیم**۔ صرف اور صرف اردو ہونا چاہیے۔ پرائمری سے لے کر یونیورسٹی تک ذریعہ تعلیم ایک اور ایک ہی ہونا چاہیے۔ اس موضوع پر ہمارے قومی زبان اردو کے حق میں اتنے دلائل ہیں کہ اس کے لئے کئی کتابیں بھی کافی نہیں ہوں گی۔ انگریزی کی غیر ضروری اہمیت ہمیں تباہ کئے جا رہی ہے۔ بین الاقوامی زبان کے ناطے اس کو بطور مضمون چھٹی جماعت سے پڑھانا چاہیے۔ اور عارضی طور پر چند سالوں کے لئے گیارہویں جماعت سے صرف ان طلباء کے لئے اس کا پڑھنا لازمی ہو، جو آئندہ ایسے مضامین میں تخصص کرنا چاہتے ہوں جو اب تک انگریزی زبان سے اردو میں منتقل نہ ہوئے ہوں۔ ورنہ یہ دیگر پاکستانی زبانوں کی طرح ایک غیر اختیاری (Optional) مضمون کے طور پر پڑھائی جا سکے گی۔ جاپان، روس، جرمنی، فرانس، اٹلی اور چین جیسے مادی و سائنسی لحاظ سے ترقی یافتہ ممالک نے اپنے زبانوں ہی میں ترقی کی۔ ہمیں علوم و فنون حاصل کرنے سے مقصد ہے، اور یہ کسی بھی زبان سے اپنی ہی پہچان ہے۔ اپنا ہی دین ہے۔ اپنا ہی نظام زندگی ہے۔ بہت ہو چکا، اب اوروں کی غلامی سے فوری نجات حاصل کرنا چاہیے۔ اردو کے ساتھ ساتھ زیادہ اہمیت اب عربی زبان کو ملنی چاہیے۔ کیونکہ یہ ہماری مذہبی کتابوں کی زبان ہے۔ اس کو پہلی جماعت سے ہی پڑھانا چاہیے

اور یونیورسٹی سطح پر Ph.D تک لے جانا چاہیے۔

۲۰۔ **ذرائع ابلاغ**: ہم ہر سال اربوں روپے تعلیم پر خرچ کرتے ہیں لیکن جو نوجوان ہم اپنے تعلیمی اداروں سے برآمد کرتے ہیں وہ کامیاب علمی زندگی گزارنے کے قابل نہیں ہوتے۔ کیونکہ یہ نوجوان جو کچھ اپنے گھریلو اور معاشرتی ماحول سے اخذ کرتے ہیں وہ ان اسباق سے (اگر تھوڑا بہت پڑھائے جائیں) مختلف ہوتا ہے جو تعلیمی اداروں یا کتابوں میں پیش کیا جاتا ہے۔ پروفیسر سعید اللہ قاضی صاحب نے اپنے ایک مقالے میں اس صورت حال کا بہت ہی خوبصورتی سے تجزیہ کیا ہے:

(۱) احیائے اسلام اور اصلاح معاشرہ ممکن ہی نہیں، جب تک ریڈیو اور ٹیلی ویژن وغیرہ کے پروگرام میں انقلابی تبدیلی نہ لائی جائے اور شیطانی تعلیم و تربیت کے ان مراکز سے بے راہ روی اور عریانی کی اشاعت بند نہ کی جائے۔ ان اداروں کو اسلام اور نظریہ پاکستان کے مبلغین کا کردار ادا کرنا ہوگا۔ ٹیلی ویژن کے پروگراموں میں اکثر متضاد چیزیں پیش کی جاتی ہیں۔ ایک طرف سگریٹ کی کش کے گیت گائے جاتے ہیں اور ساتھ ساتھ یہ بھی سبق دیا جاتا ہے کہ یہ صحت کے لئے مضر ہے۔ اس قسم کے تضاد سے سامعین کے ذہن میں تصادم پیدا ہوتا ہے۔ پھر ان کا خیال آہستہ آہستہ بنتا ہے کہ کرو کچھ اور کہو کچھ اور یہ بہت بڑا گناہ نہیں ہے۔

(۲) ٹیلویژن پر کرکٹ اور ہاکی وغیرہ کا مسلسل دکھانا بھی طلباء اور تعلیم کے لئے انتہائی مضر ہے۔ طلباء تعلیم کی بجائے ٹی۔وی دیکھنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ان کھیلوں نے ہمارے طلباء کی اکثریت کو تعلیم سے روگرداں کیا ہے۔

(۳) ٹیلویژن میں ڈراموں کے پروگرام بھی ہماری نسل کے وقت کے ضیاع میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ کئی کئی گھنٹے ان ڈراموں کی نظر ہو جاتے ہیں۔ گویا کہ تفریح کے نام پر ہم اپنی نسل کو بے راہرو بناتے ہیں اور ان کے وقت کے ضیاع کا سامان مہیا کرتے ہیں۔

(۴) صبح کے وقت اکثر بچوں کو قرآن پاک پڑھایا جاتا ہے، مگر ٹیلویژن میں صبح کی نشریات نے تو رہی سہی کسر پوری کردی۔ اب تلاوت کی بجائے گھروں سے گانوں کی آواز آتی ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے

Scanned with CamScanner

کہ کارٹون کا پروگرام شروع ہے ادھر اسکول جانے کا وقت ہے۔ بچے کارٹون دیکھنے کو اسکول جانے پر ترجیح دیتے ہیں اور بعض بچے اسکول جانے سے رہ جاتے ہیں۔ صبح کی نشریات کو (خبروں کے علاوہ) بند کرنا نئی نسل پر بڑا احسان ہوگا۔ موجودہ شکل میں کیبل ٹی وی کی کارکردگی نہایت ہی قابل اعتراض ہے، اس کو تو ممنوع کر دینا چاہیے۔

(۵) وہ وقت جو مطالعہ کے لئے تھا وہ ٹی۔وی کے نذر ہو جاتا ہے۔ والدین ٹی۔وی اور دیگر ذرائع تفریح پر پیسے خرچ کرتے ہیں۔ اولاد والدین کے شانہ بشانہ بیٹھ کر ریڈیو سے فلمی گانے سنتے ہیں، ٹی۔وی دیکھتے ہیں، فلمیں دیکھتے ہیں، فیشن پرستی اور بداخلاقی کے جراثیم ان میں پوری طرح سرایت کر جاتے ہیں۔ پیسہ لٹایا جاتا ہے۔ وقت برباد کیا جاتا ہے۔ شرم وحیاء اور اعلیٰ اقدار ریزہ کی جاتی ہیں۔ کبھی کبھی میں سوچتا ہوں، طالبان نے ٹی وی توڑ کر اچھا ہی تو کیا تھا۔ اس کے معاشرے پر مضر اثرات اس کے فوائد کہیں زیادہ ہیں، اس لئے یہ نہ ہی ہو تو بہتر ہے۔ ریڈیو اور اخبارات ہی خبروں اور معلومات کے لئے کافی ہیں۔

(۶) اسلام میں شادی سے قبل ملنا جلنا اور عشق بازی کی اجازت نہیں ہے۔ اور نہ یہ ہمارا ملکی رواج ہے۔ پھر محبت کے جھوٹے اور خیال افسانے اور ڈرامے دکھا کر پاکستان کے مسلمانوں کی عملی زندگی کا غلط اور جھوٹا نقشہ کیوں پیش کیا جاتا ہے۔ اور قوم کو کیوں غلط راہ پر گامزن کیا جاتا ہے۔ ہمارے ٹی وی ڈراموں میں کالج اور یونیورسٹیوں کو اس مزاج میں پیش کیا جاتا ہے کہ وہاں پر طلباء اور طالبات سوائے عشق بازی کے اور کچھ نہیں کرتے۔ یہ تصور سراسر غلط ہے۔ یہ نہ صرف واقعات کے خلاف ہے، بلکہ اس سے دینی رجحانات رکھنے والے والدین اپنی بچیوں کو خصوصاً اعلیٰ تعلیمی اداروں میں اور مخلوط تعلیمی اداروں کو نہیں بھیجتے۔ اس سے نہ صرف تعلیم نسواں کا نقصان ہو رہا ہے، بلکہ دینی گھرانوں کی بچیاں اعلیٰ تعلیم سے محروم ہو جاتی ہیں اور جن بچیوں کے والدین زیادہ حساس نہیں ہوتے، وہ اعلیٰ تعلیم پا کر حکومت اور معاشرے کے اہم مناصب پر فائز ہو جاتی ہیں۔

(۷) بڑی بڑی کوٹھیوں کی ٹھاٹھ باٹھ، نمائش اور فضول خرچیاں دکھا کر عوام کے دلوں میں بے چینی کیوں پیدا کی جا رہی ہے، جبکہ ملکی زندگی میں ایسی مثالیں بہت کم ملتی ہیں۔ عام گھرانوں کی سادہ اور

...ثال زندگی کیوں نہیں کی جاتی۔ جس میں عبادت، دیانت اور سخاوت کی مثالیں ہوں۔ اسی طرح ...ی دیانسوانی ماڈلز پر مبنی فلمی اور کمرشل اشتہارات نے تو گویا رہی سہی کسر پوری کر دی ہے۔ سب کچھ ...ز ہو چکا ہے اور قوم میں لالچ، غیر ضروری خواہشات، اسراف، فیشن پرستی، بے حیائی اور مادیت ...جیسے انتہائی ناپسندیدہ اور غیر اسلامی رجحانات کو فروغ دیا جا رہا ہے۔

...) اخبارات اور جرائد پر بھی کڑی نظر رکھنی ہوگی۔ اس قسم کے جرائد بند کرنے ہوں گے جن میں ...ی اسلام مواد موجود ہو۔ یا جن کے سرورغ عریاں تصاویر ہوں۔ یا جو ناپسندیدہ اشتہارات ...تے ہوں۔ اسی طرح کیبل، ٹی وی، انٹرنٹ، ویڈیو اور CD شاپس کو بھی سختی سے قانونی ضابطوں ...نا ہوگا تاکہ مخرب اخلاق مواد کا حصول کسی بھی ذریعے سے ناممکن ہو جائے۔

... ایسی اشیاء کی درآمد پر پابندی لگانی ہوگی، جن پر اخلاق سوز تصویریں بنی ہوں۔ مثلاً آج کل ...پ کے سامان پر جس قسم کی ننگی تصویریں آتی ہیں ان کا سدباب کرنا ہوگا اس طرح مختلف ڈبوں ...ں اور دوسری اشیاء پر لگے ہوئے کاغذ پر عورت کی طرح طرح کی تصویر استعمال پر پابندی لگانا ...راستوں اور چوراہوں پر سے ایسے سائن بورڈ ہٹانے یا تبدیل کرنے ہوں گے جن سے نسل ...خلاقی بگاڑ کا خطرہ ہو۔ میوزک سنٹروں کو ختم کرنا ہوگا۔ اور تاش کے پتوں پر ننگی تصویریں بنا کر ...ں کے اخلاق کو جس طرح بگاڑا جا رہا ہے، اس کا بھی سدباب کرنا ہوگا۔ ان تدابیر کو بروئے ...نے سے موجودہ نظام تعلیم کو اسلامی نظام تعلیم کو اسلامی نظام تعلیم کے قالب میں ڈھالنے کا کام ...یا جا سکتا ہے۔ اور تھوڑی مدت میں مطلوبہ نتائج سامنے آسکتے ہیں۔ شرط یہ ہے کہ ارباب کار ...ر اساتذہ کرام خدا پر بھروسہ کر کے خلوص دل اور عزم جوان کے ساتھ اسکا آغاز کریں۔ تب ...کر ہماری نسل بگاڑ سے بچ سکتی ہے۔

...آخر

...علیم میں دوررس اصلاحات وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ پچھلے ۵۶ سالوں کے غلط اور ...بے پالیسیوں نے اس نظام کو تباہی کے کنارے پر لا کھڑا کیا ہے۔ یہ اس وقت ہمارے

Scanned with CamScanner

دینی وملی مقاصد کو کسی صورت میں پورانہیں کرتی ۔اور انقلابی تبدیلیوں کا متقاضی ہے۔اسلام جس وقت تک ایک غالب تہذیبی اور سیاسی قوت تھا،اسے اپنے مقصد کیلئے افراد دینی مدارس سے ہی ملتے تھے ۔ان مدارس کے نصاب میں جہاں اسلامی عقائد اور معاشرے سے متعلق علوم پڑھائے جاتے تھے وہیں مدارس کے اندر اور باہر ایسے افراد موجود تھے جو دیناوی علوم وفنون کے ماہر تھے اور یہ علوم نوجوان نسل کو منتقل کرتے تھے۔

۲۲۔ ہندوستان میں انگریزی کے سیاسی غلبے کے بعد دینی مدارس کس مپرسی کا شکار ہو گئے اور انکی ایک بڑی تعداد صفحہ ہستی سے مٹ گئی ۔باقی رہنے والے مدارس نے اپنے نصاب کو دینی علوم کی تدریس تک محدود کرلیا اور صورت یہ بنی کہ جدید انداز کی تعلیم حاصل کرنے والے افر لوگ قومی مسائل سے واقف بھی تھے تو ان کے پاس ان مسائل کا اسلامی حل موجود نہیں تھا۔دوسری طرف دینی مدارس کے پڑھے ہوئے افراد جو قرآن وحدیث کی روشنی میں ان مسائل کا حل پیش کر سکتے تھے،مسائل کو سمجھنے سے قاصر تھے ،گویا جس کو مرض کا علم تھا،اس کے پاس دوا نہ تھی اور جس کے پاس دوا تھی وہ مرض پہچاننے سے قاصر تھا۔اب علاج ہوتا تو کیونکر؟یعنی قومی مسائل حل ہوتے ؟اب وقت تیزی سے نکلا جارہا ہے،ہماری بربادیوں کے مشورے جگہ جگہ ہورہے ہیں ،ہم آنکھیں بند نہیں کر سکتے ،ہم نے نہ صرف اپنا دفاع کرنا ہے؛ بلکہ آگے بڑھ کر جرأت مندانہ موقف اختیار کرنا ہے۔

۲۳۔ اس صورت حال میں وقت کی اہم ترین ضرورت ہے کہ دینی اور دنیوی علوم کے الگ الگ بہتے ہوئے دھاروں کی متوازن انداز میں اصلاح کیجائے یا دونوں نظاموں میں مناسب تبدیلیاں کی جائیں تا کہ نئے نظام تعلیم کے تحت تیار ہونے والی نسل ایک طرف دینی علوم واقف اور اسلامی سیرت و کردار کا اعلیٰ نمونہ ہو اور دوسری طرف دنیوی علوم وفنون (بشمول تمام سائنسی علوم) پر اس حد تک دسترس رکھتی ہو کہ سائنس ،ٹیکنالوجی اور تجارت وزارعت وغیرہ کے میدانوں میں ترقی یافتہ ممالک سے بھی آگے بڑھ جائیں۔دینی مدارس کو اپنی تشخص ہر صورت میں برقرار رکھنا چاہیے البتہ وفاق المدارس کے ذریعے از خود ایسی تبدیلیاں ضرور کرنی چاہیے جو طلباء کو جدید علوم سے بھی روشناس کردیں۔یہی ہماری ملکی اور ملی ضرورت ہے۔یہی متحدہ مجلس عمل کی حکومت صوبہ سرحد کے لئے بھی عظیم چیلنج ہے۔صوبائی

وزیر کے لئے آزمائش ہے۔ مجھے قوی امید ہے کہ اس اہم کام کے کرنے میں مزید تاخیر نہیں کی جائے گی ۔تاکہ پورے صوبے میں ،بلکہ پورے ملک میں ،تعلیمی لحاظ سے ہر جگہ یکسانیت ہو اور متعین قومی وملی مقاصد کا حصول یقینی بنایا جائے ۔اللہ ہم سب کو صراط مستقیم چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

Scanned with CamScanner

مجاذیب اور ان کی پراسرار دنیا

مجذوب کو تو لائے وہ ہمراہ بزم میں
اور سالکوں کو دور سے رستے بتا دیے

(خواجہ مجذوب)

مجذوب کسے کہتے ہیں

مجاذیب کی دو قسمیں ہیں ایک تو ازلی وہبی دوسری کسبی و بے اختیاری۔ مجذوب ازلی وہ ہے کہ روز ازل اسنے الست بربکم کی صدا سنی اور بلی کہہ کر حضرت رب العزت کے مشاہدہ جمال سے مست ہو گیا اور تمام شہوات و لذات دنیوی اور اخروی کو دل سے دور کر دیا اور جب عالم ارواح سے عالم اجسام میں آیا تو اسی طور پر بے خبر رہا اور عالم برزخ میں بھی مست الست جائے گا۔ مگر یہ مجذوب مقامات طریقت سے بے خبر اور مقامات سلوک سے ناواقف ہوتا ہے۔ ہاں جس قدر روز ازل میں اس کو معلوم ہو گیا اسی منزل پر مستقل رہتا ہے اور اکثر ایسے مجذوبوں کو کشف کونی (آئندہ حالات و واقعات کا انکشاف) بھی ہوتا ہے۔

بے اختیاری مجذوب وہ ہے کہ عالم اجسام یعنی دنیا کے اندر تو بالکل ہوشیار آیا اور مدت تک اپنے ہوش و حواس اور سمجھ بوجھ میں رہا لیکن اتفاقاً کسی کامل کا مرید ہوا اور مرشد نے اپنے خاندان کے مطابق اس کو تعلیم و تلقین فرمائی۔ جب نوبت سلطان الاذکار کی پہنچی اور ہر جانب سے انوار کا غلبہ ہوا تو بے اختیار ہو کر عقل و خرد کے جامے سے باہر نکل گیا اگر سلطان الاذکار کا متحمل ہو جاتا تو سالکوں میں سے ہوتا۔

یا اس طرح سے مجذوب ہوا کہ کسی مست و مجذوب کی دفعتہ نگاہ پڑ گئی اور بے قرار ہو کر مست و مجذوب ہو گیا۔ بس اگر اس کا حوصلہ بلند اور توفیق الہی شامل حال ہے تو مکاشفات کی بہار اور مقامات کی سیر دیکھتا ہے اور تمام منازل کو طے کرتا ہے اور کبھی کبھی ہوش میں اگر ہوشیاری کی گفتگو بھی کرتا ہے ایسے مجذوب کو مکاشفہ ذاتی ازحد ہوتا ہے۔ (تذکرہ غوثیہ)

صاحب عوارف المعارف شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ سالکین کی اقسام کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں "سالکین کا حال چار قسموں پر منقسم ہے۔ یعنی سالک مجرد۔ مجذوب مجرد۔ سالک مجذوب اور مجذوب سالک یاد رکھو ان میں سالک مجرد شیخ بننے کے لائق نہیں کیونکہ وہ ایک ہی مقام میں پہنچ کر رک گیا ہے اور یہ مقام جہاں وہ ٹھہر گیا ہے مقام معاملات اور مقام ریاضت ہے۔ وہ اس سے بلند مقام پر نہیں جا سکتا اس لئے کہ صفات نفس اس میں ابھی باقی ہیں اور وہ رحمت الہی سے حصہ حاصل کرنے کے وقت اپنے مقام پر ٹھہرا ہوا ہے اور یہی کچھ حال مجذوب مجرد کا ہے کہ بغیر سلوک کے اللہ تعالیٰ اس پر یقین کی نشانیاں ظاہر کر دیتا ہے اور اس کے قلب سے کچھ پردے ہٹا دیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ سے اپنا حصہ اور حظ لینے کے وقت اپنے حال پر ٹھہر جاتا ہے یہ بھی مشیخت کے قابل نہیں ہوتا (عوارف)

جاننا چاہئے کہ جس طرح سالکین مختلف مقامات پر فائز ہوتے ہیں اور مراتب میں مختلف ہوتے ہیں۔ اسی طرح اہل جذب بھی مراتب کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں مثلاً یہ کہ کچھ تو پیدائشی مجذوب ہوتے ہیں اور کچھ بغیر سلوک اختیار کئے کسی کامل مجذوب کی نگاہ اور توجہ سے مجذوب ہو جاتے ہیں۔ جو لوگ سلوک طے کرنے کے درمیان مجذوب ہو جاتے ہیں ان کے متعلق حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں "جاننا چاہئے کہ سلوک نامکمل کردہ مجذوب اگرچہ جذب قوی رکھتے ہیں اور جس راہ سے بھی ان کو کھینچا جائے ارباب قلوب کے گروہ میں داخل ہیں مگر سلوک اور تزکیہ نفس کے بغیر مقام قلب سے آگے نہیں جا سکتے اور نہ ذات حق تک پہنچ سکتے ہیں۔ ان کی محبت عرضی ہے ذاتی نہیں۔ کیونکہ اس مقام پر نفس روح سے ظلمت نور سے ملی ہوئی ہے۔ بکمل طور پر مقام قلب سے نکلنا اور ذات سے ملنا اور

Scanned with CamScanner

مطلوب کے ساتھ انجذاب روحی پیدا کرنا اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک مطلوب کی طرف توجہ کے لئے روح نفس سے آزاد نہ ہو اور روح کا نفس سے آزاد ہونا منازل سلوک قطع کرنے ـ سیرالی اللہ کے راستے عبور کرنے اور سیرفی اللہ سے موصوف ہونے کے بعد ہوتا ہے (مکتوب ۲۸۷ دفتر اول)

کیا مجذوب سے طالب کو فیض پہنچ سکتا ہے

جواب یہ ہے کہ پہنچ سکتا ہے ـ وہ مجذوب جو مقام قلب میں آکر ٹھہر گئے ہیں ان کے متعلق حضرت امام ربانی فرماتے ہیں "ارباب قلوب مجذوب جب مقام قلب میں قرار اور پختگی حاصل کرتے ہیں اور معرفت و صحو جو اس مقام کے مناسب ہے انہیں میسر آتی ہے تو ان سے بھی طالبوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے اور طالبوں کی جماعت کو ان کی صحبت سے انجذاب اور محبت قلبی حاصل ہوتی ہے اگرچہ ان سے کمال تک نہیں پہنچ سکتا کیونکہ وہ ابھی خود کمال تک نہیں پہنچے ہیں تو دوسروں کے لئے حصول کمال کا ذریعہ کیسے بن سکتے ہیں ـ البتہ ایسے مجذوب کی مقدار افادہ خلق کی طرف لوٹائے گئے منتہی کی مقدار افادہ سے زیادہ ہوتی ہے ـ لیکن کیفیت افادہ منتہی کی مجذوب کی کیفیت افادہ سے بہت بڑھی ہوئی ہوتی ہے ـ تیز منتہی کے لئے فی الحقیقت ہمت اور توجہ نہیں ہے اور مجذوب صاحب ہمت اور توجہ ہوتا ہے ہمت اور توجہ سے طالب کا کام آگے لے جاتا ہے اگرچہ کمال تک نہیں لے جا سکتا ـ نیز طالبوں کو جو مجذوبوں سے انتہائی توجہ حاصل ہوتی ہے وہ وہی روح کی پہلی توجہ (روز ازل والی) ہے جس کو وہ بھول چکے تھے اور مجذبوں کی صحبت میں پھر انہیں یاد آگئی (مکتوب ۲۸۷)

بعض مجذوب ہوش و حواس رکھنے کے باوجود غیر مکلف ہوتے ہیں

عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مجذوب صرف وہی ہے جس کو بالکل اپنے تن بدن کا

توجیہ کرنے سے روکتی ہے ـ جس عارف کی معرفت مکمل و تام ہوگی وہ اپنا پورا عجز و قصور ظاہر کریگا ـ

یہ عجز اور عدم تصرف ان امور سے ہے جو عبدیت ـ کمال معرفت اور فنا فی التوحید سے پیدا ہوتے ہیں ـ رسول اللہ ﷺ اسی مقام عبدیت ـ توحید مطلق فنائے صفات بلکہ ذات کے مرتبے میں بہ امر الٰہی اپنی عاجزی اور عدم علم کو اسطرح ظاہر فرماتے ہیں "مادری مایفعل بی ولابکم ان اتبع الامایوحی الی" یعنی مجھے نہیں معلوم اللہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا کریگا ـ میں تو اس امر الٰہی کی اتباع کرتا ہوں جس کی مجھے وحی کی جائے" پس اللہ کا رسول اس چیز کا حکم کرتا ہے جس کی اس کو وحی کی جائے ـ اگر تصرف کا حکم ہوتا ہے تصرف کرتا ہے اگر تصرف سے ممانعت کی جاتی ہے تو باز رہتا ہے اور اگر اختیار دیا جاتا ہے تو ترک تصرف کو ترجیح دیتا ہے ـ تمام اولیاء کاملین کا بھی یہی طریق ہے ـ جو معرفت میں ناقص ہوتا ہے وہ اپنے ارادے سے تصرف کر بیٹھتا ہے اور عارف کامل اپنی عدمیت اصلی کو دیکھنے کی وجہ سے عاجزی و بے زوری میں مثل ابتدائی انسان کے ہو جاتا ہے ـ

پس اسی شکستگی اور ضعف کی وجہ سے لوط علیہ السلام نے فرمایا "لو ان لی بکم قوۃ" باوجود اس کے کہ یہ موقع ہمت موثرہ کا طالب تھا مگر چونکہ اللہ کے نبی صاحب قرب فرائض ہوتے ہیں لہٰذا اپنے ارادے سے کوئی حرکت نہیں کرتے (فصوص الحکم)

Scanned with CamScanner

مجذوب اور مجنون کی پہچان

بہت سے لوگ دماغی امراض یا دنیا کے کاروبار میں خسارے کے باعث یا اپنے کسی قریبی عزیز اور محبوب کی موت کے صدمے سے اپنی عقل اور ہوش و حواس کھو بیٹھتے ہیں۔ بظاہر دیکھنے میں ان کی حالت اور اس مجذوب کی حالت جو تجلی الٰہی کو برداشت نہ کرنے کے سبب ہوش و حواس کھو بیٹھا ایک جیسی معلوم ہوتی ہے مگر دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ ایک فرش پر ہے اور دوسرا عرش پر۔ دنیا کے کسی صدمے سے جو مجنون ہوا وہ تو اس مصرعے کا مصداق ہے

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے اور جو مست بادہ الست ہے وہ زبان حال سے یہ کہتا ہے

اگرچہ بے خود و مستم ولے ہشیاری گردم
بباطن شاہ کو کونینم بظاہر خوار می گردم

مگر دونوں میں امتیاز کرنا اور پہچاننا کہ کون مجذوب ہے اور کون مجنون ہر ایک کا کام نہیں۔ عام دنیا دار لوگ تو ہر پاگل اور مجنون کو مجذوب الٰہی سمجھ لیتے ہیں اور ان کی خدمت میں لگے رہتے ہیں (اس میں بھی حق تعالیٰ کی بڑی حکمت ہے کہ ان لوگوں کے ذریعے ان پاگلوں کو آرام اور رزق پہنچاتا ہے۔ سبحان اللہ و بحمدہ) مگر حقیقت حال اس کے برعکس ہوتی ہے۔

شیخ عبدالعزیز دباغ "کے خلیفہ علامہ احمد ابن مبارک نے ان سے سوال کیا کہ جس شخص کی عقل فتح و مشاہدہ سے سلب ہو جائے اور جس کی عقل کسی اور دنیاوی سبب سے چلی جائے تو دونوں کو کس طرح پہچانا جائے گا۔ آپ نے جواب میں فرمایا "جس شخص کی عقل فتح اور مشاہدہ کی وجہ سے سلب ہو جائے تو دراصل اس کی عقل سلب نہیں ہوتی بلکہ وہ تو حق سبحانہ تعالیٰ کے مشاہدے میں غائب ہو گیا ہے (یعنی اس کی عقل اس کی ذات سے علیحدہ ہو کر مشاہدے میں لگ گئی ہے) لہٰذا وہ ہر وقت اسی مشاہدہ کے سمندر میں غوطہ زن ہوتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کسی حکمت کی بنا پر اس کی عقل کو اس کی ذات سے جدا کر دیتا ہے اور جن لوگوں کی عقل دوسری وجہ سے زائل ہو جاتی ہے وہ تو چوپایوں کی طرح ہو جاتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائیں گے

سید غوث علی شاہ پانی پتی فرماتے ہیں کہ جب ہم گنگا کے کنارے پہنچے تو وہاں دو مجذوب دیکھے۔ کسی بے رحم ظالم نے ان کی رانوں پر دہکتے ہوئے آگ کے انگارے رکھ دیے تھے۔ ایک کی تو ران جل گئی تھی اور دوسرے کی ران پر کوئی اثر نہ تھا۔ ہم نے فوراً انگارے ان کی رانوں سے الگ ہٹائے اور ان کو ڈولی میں سوار کرا کے جوالا پور کے تھانے میں لائے وہاں کے تھانے دار سے ملاقات تھی اس نے جلے ہوئے مجذوب کی مرہم پٹی کرائی۔ پھر حاضرین سے غوث علی شاہ صاحب نے پوچھا بتاؤ ان دونوں مجذوبوں میں سے کس کا مرتبہ بلند تھا۔ حاضرین میں سے ایک نے جواب دیا جس کی ران نہیں جلی تھی۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ جس کی ران نہیں جلی تھی وہ ابھی جسم کی حفاظت پر قادر تھا لیکن دوسرے کا استغراق (کہ اس کی ران جل گئی اور اسے کچھ خبر نہیں ہوئی) اعلیٰ درجہ کا تھا ایسا استغراق کروڑوں میں سے کسی ایک کو حاصل ہوتا ہے (تذکرہ غوثیہ)

شیخ عبدالعزیز دباغ "کا قول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے پر رحم فرمانا چاہتے ہیں اور اسے حجاب کی حالت سے منتقل کر کے فتح و مشاہدے کی حالت میں لے جاتے ہیں تو اولیاء اللہ کو اس کے متعلق ڈر لگنے لگتا ہے کہ معلوم نہیں وہ شخص اس فتح اور مشاہدے کو برداشت نہ کرنے کی وجہ سے مر جائے گا یا زندہ رہے گا اور اگر مرے گا نہیں تو کیا اس کی عقل جاتی رہے گی (یعنی مجذوب ہو جائے گا) یا قائم رہے گی۔ اور یہاں عقل جاتی رہنے سے مراد یہ ہے کہ اس کی عقل ان بڑے بڑے غیبی امور کے ساتھ وابستہ رہے گی جن کا وہ مشاہدہ کر رہا ہے اور اس کی ذات سے بالکل منقطع ہو جائے گی اور اس کی طرف پھر لوٹ نہ سکے گی اور عقل باقی رہنے سے مراد یہ ہے کہ اس کی عقل کا نور تو اس کے مشاہدے کے ساتھ ہو اور کچھ حصہ اس کا ذات کے ساتھ رہے تاکہ اس کے کھانے پینے کا انتظام کر سکے اور جان سکے کہ کس طرح کپڑے پہنے اور اپنے روز مرہ کی ضرورتوں میں غور کر سکے (خزینہ معارف)

Scanned with CamScanner

اور انہیں جنت میں داخل فرمائیں گے اس لئے کہ انسانی شکل ان کی شفیع ہوگی ۔ یوں سمجھو کہ یہ ہیں تو چوپائے مگر انسانی شکل میں اس لئے حق تعالیٰ ان کی قابل احترام صورت کی وجہ سے جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء اور رسولوں کو پیدا کیا ہے ان پر رحم فرمائیں گے تاکہ وہ چوپایوں کی طرح مٹی نہ بن جائیں ۔

ایسے دو آدمی کہ ایک مجذوب ہو اور دوسرا پاگل و مجنون صاحب بصیرت آدمی دونوں کی گفتگو اور حرکات و سکنات کو دیکھ کر معلوم کر لیتا ہے ۔ اگرچہ ان کی گفتگو سمجھ میں نہیں آئے گی مگر پھر بھی مجذوب سے کچھ نہ کچھ اسرار الٰہی ضرور ظاہر ہو جاتے ہیں جنہیں سن کر صاحب اسرار فوراً سمجھ لیتے ہیں ۔ برخلاف پاگل و مجنون کے کہ اس سے اسرار الیہ قطعاً ظاہر نہیں ہوتے دوسرے یہ کہ مجذوب کی روح ہمیشہ خوش اور مطمئن دکھائی دے گی اور مجنون کی روح ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے کوئی شخص سر جھکائے مغموم بیٹھا اپنے غموں کے متعلق سوچ رہا ہو (خزینہ معارف)

بہت سے اولیاء اللہ مجذوبوں کے فیض یافتہ ہیں

سلوک کی کتابوں میں بہت سے واقعات مجاذیب کی فیض رسانی ۔ ہمت اور توجہ کے ملتے ہیں ۔ مشہور بزرگ حکیم سنائی اور خواجہ عثمان خیر آبادی دونوں ایک مجذوب کے فیضان نظر سے اپنے مطلوب کو پہنچے ۔ خواجہ نصیر الدین چراغ قدس سرہ کے ملفوظات میں یہ واقعہ اس طرح قلمبند ہے فرمایا "خواجہ حکیم سنائی کے والد کا نام مخدوم تھا یہ ایک مجذوب جس کا نام سنیہ تھا اس کے پاس اکثر جایا کرتے اور اس کی خدمت بھی کیا کرتے ۔ ایک دن وہ مجذوب بہت خوش تھا ۔ ان سے کہنے لگا تیرے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا اور شہرت اس کی اطراف عالم میں پھیلے گی اور وہ بڑا صاحب ولایت اور کشف و کرامت والا بزرگ ہوگا ۔ کچھ عرصے کے بعد وہ مجذوب مر گئے اور مخدوم کے گھر حکیم سنائی پیدا ہوئے ۔ جب یہ بڑے ہوئے تو ان میں کوئی علامت بزرگی کی اور کوئی صلاحیت مردان خدا کی سی نہیں پائی جاتی تھی ۔ ایک دن مخدوم نے ان کو بلایا اور جو کچھ مجذوب نے ان کے بارے میں کہا تھا ان سے بیان کیا ۔ پھر ان کو اس مجذوب کی قبر پر لے گئے اور ان کو سامنے کھڑا کر کے بولے کہ

اے خواجہ تمہاری دعا سے میرے یہاں یہ لڑا ہوا ہے اور اب یہ جوان بھی ہو گیا ہے مگر آپ کے کہنے کے مطابق اس میں کوئی علامت بزرگی کی نظر نہیں آتی اور آپ کا ارشاد بھی غلط نہیں ہو سکتا ۔ یہ کہہ کر واپس آئے اور حکیم سنائی سے کہا کہ چالیس روز برابر اس مجذوب کے مزار پر فاتحہ پڑھ ۔ چنانچہ حکیم سنائی بعد نماز فجر روزانہ وہاں جاکر فاتحہ پڑھتے اور چلے آتے ۔ چالیسویں دن فاتحہ کے لئے جا رہے تھے تو راستے میں شیخ عثمان خیر آبادی ملے ۔ دونوں کم سن اور نوجوان تھے وہ بھی ساتھ ہو لئے دونوں نے زیارت کی اور فاتحہ پڑھی ۔ واپسی پر راہ میں ایک درویش کو بیٹھے دیکھا جو جذام میں مبتلا تھا ۔ اس نے ان دونوں کو بلایا اور کہا میں بھوکا ہوں میرے لئے کچھ کاک اور شوربا لاؤ ۔ یہ دونوں بازار گئے ۔ ایک نے اپنی دستار گروی رکھ کر شوربا خریدا دوسرے نے اپنا جبہ رکھ کر کاک یعنی روٹی خریدی اور بہ تعظیم اس درویش کو پیش کیا ۔ درویش نے اپنے مجذوم ہاتھوں سے کاک خوب شوربے میں مسل کر ترید بنایا اور ان دونوں سے کہا تم بھی کھاؤ ۔ ان دونوں نے بلا کراہیت اس کے ساتھ ترید کھایا اور پیالہ چاٹا ۔ تب درویش نے کہا ۔ خوب کھایا تم دونوں نے ۔ تم دونوں مرد ہو جاؤ مرد ہی رہو گے خواجہ سنائی پر باب نظم غیب سے کھل گیا اور اسی میں شہرہ آفاق ہوئے اور مردان خدا میں سے ہو گئے اسی طرح شیخ عثمان خیر آبادی پر راہ ولایت روشن ہوئی اور ایک زمانے کو ان سے فیض پہنچا (خیر المجالس)

شاہ بو علی قلندر پانی پتی کا فیضان

ایک طالب خدا عبد القادر نامی کسی فوج کے رسالہ میں ملازم تھے ایک دن انہوں نے اپنے مرشد سے دریافت کیا کہ مجھے کچھ حاصل بھی ہوگا یا نہیں ۔ انہوں نے استخارہ کی ایک ترکیب ان کو بتائی ۔ انہوں نے جب اس پر عمل کیا تو خواب میں دیکھا کہ ایک شیر نے میرا پیٹ چاک کیا اور آنتیں وغیرہ کھا گیا ۔ صبح جب اپنے مرشد کے سامنے یہ بیان کیا تو انہوں نے کہا ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں کسی مجذوب سے فیض پہنچے گا ۔ کچھ عرصے کے بعد ان کا رسالہ پانی پت آکر مقیم ہوا ۔ ایک دن عشا

Scanned with CamScanner

اور انہیں جنت میں داخل فرمائیں گے اس لئے کہ انسانی شکل ان کی شفیع ہوگی۔ یوں سمجھو کہ یہ ہیں تو چوپائے مگر انسانی شکل میں اس لئے حق تعالیٰ ان کی قابل احترام صورت کی وجہ سے جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء اور رسولوں کو پیدا کیا ہے ان پر رحم فرمائیں گے تاکہ وہ چوپایوں کی طرح مٹی نہ بن جائیں۔

ایسے دو آدمی کہ ایک مجذوب ہو اور دوسرا پاگل و مجنون صاحب بصیرت آدمی دونوں کی گفتگو اور حرکات و سکنات کو دیکھ کر معلوم کر لیتا ہے۔ اگرچہ ان کی گفتگو سمجھ میں نہیں آئے گی مگر پھر بھی مجذوب سے کچھ نہ کچھ اسرار الٰہی ضرور ظاہر ہو جاتے ہیں جنہیں سن کر صاحب اسرار فوراً سمجھ لیتے ہیں۔ برخلاف پاگل و مجنون کے کہ اس سے اسرار الٰہیہ قطعاً ظاہر نہیں ہوتے دوسرے یہ کہ مجذوب کی روح ہمیشہ خوش اور مطمئن دکھائی دے گی اور مجنون کی روح ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے کوئی شخص سر جھکائے مغموم بیٹھا اپنے غموں کے متعلق سوچ رہا ہو (خزینہ معارف)

بہت سے اولیاء اللہ مجذوبوں کے فیض یافتہ ہیں

سلوک کی کتابوں میں بہت سے واقعات مجاذیب کی فیض رسانی۔ ہمت اور توجہ کے ملتے ہیں۔ مشہور بزرگ حکیم سنائی اور خواجہ عثمان خیر آبادی دونوں ایک مجذوب کے فیضان نظر سے اپنے مطلوب کو پہنچے۔ خواجہ نصیر الدین چراغ قدس سرہ کے ملفوظات میں یہ واقعہ اس طرح قلمبند ہے فرمایا "خواجہ حکیم سنائی کے والد کا نام مخدوم تھا یہ ایک مجذوب جس کا نام سنیہ تھا اس کے پاس اکثر جایا کرتے اور اس کی خدمت بھی کیا کرتے۔ ایک دن وہ مجذوب بہت خوش تھا۔ ان سے کہنے لگا تیرے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا اور شہرت اس کی اطراف عالم میں پھیلے گی اور وہ بڑا صاحب ولایت اور کشف و کرامت والا بزرگ ہوگا۔ کچھ عرصے کے بعد وہ مجذوب مر گئے اور مخدوم کے گھر حکیم سنائی پیدا ہوئے۔ جب یہ بڑے ہوئے تو ان میں کوئی علامت بزرگی کی اور کوئی صلاحیت مردان خدا کی سی نہیں پائی جاتی تھی۔ ایک دن مخدوم نے ان کو بلایا اور جو کچھ مجذوب نے ان کے بارے میں کہا تھا ان سے بیان کیا۔ پھر ان کو اس مجذوب کی قبر پر لے گئے اور ان کو سامنے کھڑا کرکے بولے کہ

اے خواجہ تمہاری دعا سے میرے یہاں یہ لڑکا ہوا ہے اور اب یہ جوان بھی ہو گیا ہے مگر آپ کے کہنے کے مطابق اس میں کوئی علامت بزرگی کی نظر نہیں آتی اور آپ کا ارشاد بھی غلط نہیں ہو سکتا۔ یہ کہہ کر واپس آئے اور حکیم سنائی سے کہا کہ چالیس روز برابر اس مجذوب کے مزار پر فاتحہ پڑھ۔ چنانچہ حکیم سنائی بعد نماز فجر روزانہ وہاں جاکر فاتحہ پڑھتے اور چلے آتے۔ چالیسویں دن فاتحہ کے لئے جا رہے تھے تو راستے میں شیخ عثمان خیر آبادی ملے۔ دونوں کم سن اور نوجوان تھے وہ بھی ساتھ ہو لئے دونوں نے زیارت کی اور فاتحہ پڑھی۔ واپسی پر راہ میں ایک درویش کو بیٹھے دیکھا جو جذام میں مبتلا تھا۔ اس نے ان دونوں کو بلایا اور کہا میں بھوکا ہوں میرے لئے کچھ کاک اور شوربا لاؤ۔ یہ دونوں بازار گئے۔ ایک نے اپنی دستار گروی رکھ کر شوربا خریدا دوسرے نے اپنا جبہ رکھ کر کاک یعنی روٹی خریدی اور بہ تعظیم اس درویش کو پیش کیا۔ درویش نے اپنے مجذوم ہاتھوں سے کاک خوب شوربے میں مسل کر ترید بنایا اور ان دونوں سے کہا تم بھی کھاؤ۔ ان دونوں نے بلا کراہیت اس کے ساتھ ترید کھایا اور پیالہ چاٹا۔ تب درویش نے کہا۔ خوب کھایا تم دونوں نے۔ تم دونوں مرد ہو جاؤ مرد ہی رہو گے خواجہ سنائی پر باب نظم غیب سے کھل گیا اور اسی میں شہرہ آفاق ہوئے اور مردان خدا میں سے ہو گئے اسی طرح شیخ عثمان خیر آبادی پر راہ ولایت روشن ہوئی اور ایک زمانے کو ان سے فیض پہنچا (خیر المجالس)

شاہ بو علی قلندر پانی پتی کا فیضان

ایک طالب خدا عبد القادر نامی کسی فوج کے رسالہ میں ملازم تھے ایک دن انہوں نے اپنے مرشد سے دریافت کیا کہ مجھے کچھ حاصل بھی ہوگا یا نہیں۔ انہوں نے استخارہ کی ایک ترکیب ان کو بتائی۔ انہوں نے جب اس پر عمل کیا تو خواب میں دیکھا کہ ایک شیر نے میرا پیٹ چاک کیا اور آنتیں وغیرہ کھا گیا۔ صبح جب اپنے مرشد کے سامنے یہ بیان کیا تو انہوں نے کہا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں کسی مجذوب سے فیض پہنچے گا۔ کچھ عرصے کے بعد ان کا رسالہ پانی پت آکر مقیم ہوا۔ ایک دن عشا

Scanned with CamScanner

کے بعد ان کو خیال آیا کہ قلندر صاحب کی زیارت کر لی جائے ایسا نہ ہو کہ اچانک رسالہ یہاں سے کوچ کر جائے۔ چنانچہ رات بارہ بجے درگاہ شریف پہنچے۔ دروازہ مقفل تھا۔ باہر کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھنے لگے۔ اچانک مزار سے آواز آئی عبدالقادر اندر آجاؤ۔ عرض کی حضرت آپ کون ہیں دروازے پر تو تالا پڑا ہے۔ آواز آئی تمہارے لئے نہیں ہے آگے بڑھے تو دروازہ خود بخود کھل گیا۔ اندر گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ قلندر صاحب اپنی قبر پر سوار ہوئے بیٹھے ہیں اور ایک پیالہ دودھ سے بھرا ہوا رکھا ہے۔ اول اس میں سے قلندر صاحب نے خود پیا پھر ان کی طرف اشارہ کیا کہ باقی تم پی لو۔ یہ باقی دودھ پی گئے (صبح تک مست پڑے رہے) صبح کے قریب جب مزار شریف سے نکلے تو ایک مجاور نے جو بارہ برس سے درگاہ میں جھاڑو دیتا تھا چشم باطن سے ان کی حالت دیکھی تو چلانے لگا۔ دہائی ہے دہائی ہے خدا کی دہائی ہے کہ بارہ سال کے خادم کا تو کچھ خیال نہیں کیا اور ایک رات والا دولت قلندری لوٹ کے لے جا رہا ہے۔ عبدالقادر کی زبان سے نکلا "اللہ دے اور بھنڈاری کا پیٹ پھٹے" ان کا اتنا کہنا تھا کہ اس مجاور کا پیٹ پھٹا اور وہیں گر کر مر گیا۔ قلندر صاحب نے ان کو پھر بلایا اور کہا واہ صاحب ہمارے ہی خادم کو پہلے شکار کیا تم نے اور پھر ان کو نصیحت کی کہ اب تمہاری زبان پہلے جیسی نہیں رہی۔ بہت سوچ سمجھ کر بولا کرو۔ پھر عبدالقادر ایک گوشہ صحرا میں جا بیٹھے اور ملازمت ترک کر دی۔ وہ مجاور وہیں دفن کر دیا گیا۔ چنانچہ اس کی قبر قلندر صاحب کے والدین کے مقبرے میں شکم چاک موجود ہے بہت بند کیا مگر بند نہیں ہوتی (تذکرہ غوثیہ)

شاہ ولی اللہ صاحب کے ایک خلیفہ پر ایک مجذوب کا فیضان

حافظ عبدالرحمٰن خلیفہ ارشد شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مجذوب تھا جو ایک نابنائیکی دوکان پر بیٹھا رہتا تھا اور کسی سے بات چیت نہیں کرتا تھا اس کے مرنے کے بعد میں نے اس کو عالم واقعہ میں دیکھا کہ اس کے سامنے ساز و سرود رکھے ہوئے ہیں اور وہ نابنائی سے کہہ رہا ہے کہ لے اسے بجا۔ نابنائی نے بجانا شروع کیا تو مجذوب نے غصہ سے اس کے ہاتھ سے وہ ساز چھین لیا کہ تجھے بجانا

نہیں آتا اور خود بجانا شروع کیا اور گویا بجانے سے اس کی مراد ذکر و کیفیت اور اس کے معنی کے ساتھ حالت کی تحقیق کا ارادہ تھا۔ جب اس نے خود بجانا شروع کیا تو مجھ پر ایک عجیب حالت طاری ہوئی اور ایک دوہرہ ہندی کا جس کے معنی نفی و اثبات کے ہیں گانے لگا اس طرح کے نفی کے وقت وہ خود فنا ہو کر حق تعالیٰ جل و علیٰ میں متجلی ہو گیا اور اس وقت یہ اس کا حال تھا کہ ناف سے لیکر سر تک بجلیاں چمک رہی تھیں اس حالت کے درمیان اس نے مجھے یہ سمجھایا کہ ذکر اس طرح کرو کہ نفی کے وقت خود تمہاری بھی نفی ہو جائے اور صرف وجود حق باقی رہ جائے پس اس کیفیت نے میرے اندر سرایت کیا اور پھر میں نے بار بار اسی طریقے سے ذکر کیا (القوال الجلی)

شیخ نظام الدین اولیاء اور مجاذیب

خواجہ نصیر الدین نے فرمایا کہ ہمارے خواجہ شیخ نظام الدین فرماتے تھے کہ جب ہمارے شیخ نے ہمیں لوگوں سے بیعت لینے کی اجازت دی تو ہم شہر میں چلے آئے اور شیخ رسن ؒ کے مقبرہ پر حوض رانی کے دروازے کے باہر چلہ کش ہو گئے۔ اس روز ایک خدا کا بندہ اور آگیا اور اس نے ایک نیم کی شاخ خواجہ رسن کے مزار کے کنارے لگا دی۔ جب ہمارے خواجہ کا چلہ پورا ہوا تو اس وقت تک اس شاخ میں پتے اور چھوٹی چھوٹی دو شاخیں پھوٹ آئی تھیں آخری روز شیخ نظام الدین نے بڑے گریہ وزاری کے ساتھ عرض کیا "اے حضرت آپ کے قدموں کے نیچے جو درخت لگایا گیا تھا چالیس روز میں اس کے اندر پتے اور کونپلیں نکل آئیں لیکن نظام الدین کو وہ مقصد حاصل نہیں ہوا جس کے لئے وہ چلہ کش ہوا تھا۔ یہ عرض کرکے خواجہ واپس ہوئے تو راستے میں ان کی مڈبھیڑ ایک مجذوب سے ہو گئی۔ مگر خواجہ دوسری طرف نکل گئے۔ وہ مجذوب پھر آپ کی طرف بڑھا۔ خواجہ پھر راستہ بدل گئے۔ تیسری مرتبہ جب وہ مجذوب خواجہ کی طرف آیا تو خواجہ کھڑے ہو گئے۔ وہ مستانہ خواجہ سے لپٹ گیا اور بولا اس سینے سے محبت الٰہی کی بو آتی ہے۔ حضرت خواجہ فرماتے تھے کہ اس وقت تو مجھے کچھ محسوس نہیں ہوا۔ لیکن آدھی رات کے

Scanned with CamScanner

بعد اس ملاقات کے آثار ظاہر ہوئے ۔ شیخ فرید الدین گنج شکرؒ نے جو نعمت خواجہ نظام الدین کو بھیجی تھی وہ شیخ رسن اولیاء کے واسطے اور توسط سے بھیجی تھی ۔ (جوامع الکلم)

شیخ نصیر الدین چراغؒ اور مجاذیب

شہر اودھ میں ایک مجذوب تھا ایک رات مولانا کمال الدین نے خواب میں دیکھا کہ وہ دیوانہ منبر پر بیٹھا وعظ کہہ رہا ہے اور فرشتے حاضر ہو کر اس کا وعظ سن رہے ہیں ۔ دن کو مولانا جب بازار گئے تو دیکھا کہ وہی مجذوب ایک کبابی کی دوکان پر بیٹھا بھنا ہوا گوشت کھا رہا ہے ۔ جب کبابی گوشت کی بوٹی کڑھائی میں تلنے کے لئے ڈالتا ہے تو یہ دیوانہ کڑھائی کے جلتے ہوئے تیل میں ہاتھ ڈال کر گوشت کی بوٹی نکالتا ہے اور کھا جاتا ہے ۔ اس نے مولانا کو دیکھ کر کہا دیکھو مولوی صاحب شب کو وہ معاملہ تھا اور دن کو یہ ۔

خواجہ نصیر الدین چراغ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ میں نے بہت دیوانے دیکھے ہیں ۔ ایک مجذوب اودھ میں تھا جو کچھ زبان سے کہتا وہی سامنے آجاتا ۔ ایک صبح اٹھ کر بڑے حسرت و افسوس کے لہجہ میں کہنے لگا وہ تیرا ملک کیا ہوا وہ مال کیا ہوا وہ تخت و تاج تیرا کہاں گیا ۔ لوگ سن کر حیران تھے کہ کیا کہتا ہے ۔ تاریخ اور وقت لکھ لیا آخر معلوم ہوا کہ اس رات سلطان قطب الدین کو قتل کر دیا گیا ۔

غزنی میں شیخ محمود نامی ایک مجذوب تھا ۔ سلطان محمود سبکتگین کے زمانے میں ایک بڑا ہاتھی جس کو فیل محمودی کہتے تھے مست ہو کر چھوٹ گیا اور قابو سے باہر ہو گیا ۔ اک گلی میں اس ہاتھی کا اور مجذوب کا سامنا ہوا لوگوں نے شور مچایا شیخ محمود بھاگ جا ورنہ مارا جائے گا ۔ اس نے سنا اور اسی لاپرواہی سے چلتا رہا یہاں تک کہ ہاتھی بالکل سامنے آگیا ۔ ہاتھی نے سونڈ اٹھائی کہ اس کو اٹھا کر دے مارے کہ اس مجذوب نے ایک گھونسہ اس کی سونڈ پر رسید کیا ۔ ہاتھی نے ایک زور دار چیخ ماری اور وہیں گر کر ہلاک ہو گیا ۔ اس وقت وہ مجذوب بے وضو تھا اگر باوضو ہوتا تو فیل بان بھی ہلاک ہو جاتا ۔ (خیر المجالس)

شاہ عبد الرحیم اور مجاذیب

شاہ ولی اللہ صاحب کے والد شاہ عبد الرحیم قدس سرہ جو اپنے وقت کے بڑے کامل شیخ میں سے ہیں فرماتے ہیں میں نے خواب میں دیکھا کہ ساتویں آسمان میں ہوں ۔ وہاں میں نے ایک شخص کو کپڑا لپیٹے ہوئے اور سوتے ہوئے دیکھا جس کے پورے بدن سے محبت کی آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے ۔ معلوم ہوا کہ یہ مجذوبوں کا سردار ہے اور ہر مجذوب کو اس سے امداد اور فیض پہنچتا ہے ۔ شاہ ولی اللہ صاحب کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ مجاذیب کے لئے تربیت الٰہیہ کی مثالی صورت ہو اور اس نسبت کے استیلا کا راز ہو جو عقل کو مختل کرنے والا ہے ۔

(۲) فرماتے ہیں کہ ایک رات میں اکبر آباد میں راستہ چل رہا تھا کہ ایک مجذوب میرے سامنے آگیا اور دنیا بھر کے مجذوبوں کے نام لینا شروع کر دیئے کہ شام میں فلاں مجذوب ہے اور روم میں فلاں مجذوب ہے ۔ میرے دل میں خیال گزرا کہ کاش یہ ہندوستان کے مجذوبوں کے بارے میں بھی کچھ بتائے ۔ یہ خیال آتے ہی اس نے ہندوستان کے مجذوبوں کے نام لینا شروع کر دیئے پھر میرے دل میں آیا کہ اگر یہ ہندوستان کے سالکین کے بارے میں کچھ انکشاف کرے تو کتنا اچھا ہو وہ فوراً بولا تمہارے اس شہر اکبر آباد میں خلیفہ ابو القاسم جیسا کوئی نہیں ہے ۔ پھر میری طرف منہ کر کے کہا تم کیوں کھڑے ہو یہاں ۔ چلو راستہ لو اپنا ۔ میں پھر وہاں سے چلایا ۔

(۳) فرمایا کہ ایک مرتبہ میں کہیں جا رہا تھا کہ ایک عورت مجذوبہ سامنے آئی ۔ چیتھڑوں کی گدڑی سر پر رکھی تھی جو تیل سے تر تھی ۔ میرا راستہ روک کے بلند آواز سے کہنے لگی یہ شخص پورے نقشبندیہ کا حال ہے ۔ جو چاہتا ہو اسے دیکھ لے میں نے کہا بس کر زیادہ رسوا نہ کر ۔ پھر وہ واپس چلی گئی ۔

(۴) فرمایا کہ ایک مرتبہ میرے دل میں خیال گزرا کہ صوفیا کے لباس میں مقید رہنا تکلف سے خالی نہیں اس لباس کو اتار دینا چاہئے چنانچہ میں نے وہ لباس اتار دیا اور سپاہیوں کی طرح عمامہ باندھا اور تلوار لٹکائی اور گھوڑے پر سوار ہو کر

Scanned with CamScanner

ایک دن جا رہا تھا کہ ایک مجذوب سامنے آیا اور کہنے لگا چاند کو کوئی شخص پیالے سے ڈھانپ سکتا ہے۔ تجھے تیرے معبود کی قسم اس لباس کو اتار دے اور وہی صوفیوں کا لباس پہن لے۔ اس کے بعد سے میں نے اسی لباس کو اپنے اوپر لازم کر لیا۔

(۵) فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک مباحثہ کے دوران تین رات تک مسجد حبوط میں آدھی آدھی رات تک مطالعہ کرنا پڑا۔ ایک رات میں مسجد میں تنہا تھا کہ ایک مجذوب داخل ہوا۔ کشیدہ قد۔ خوبصورت۔ فارسی میں اس طرح باتیں کرتا تھا گویا موتی جڑے ہوئے ہیں میرے نزدیک بیٹھ گیا اور بڑی خوش طبعی سے کہا بھائی شملہ چھوڑنا مکروہ ہے یا حرام۔ میں ان دنوں شملہ نہیں چھوڑتا تھا۔ میں نے پگڑی کا کپڑا تھوڑا سا نیچے کھینچا اور شملہ پیدا کر لیا پھر میں نے جواب دیا کہ بعض روایات میں سنت ہے اور بعض میں مستحب وہ اس بات پر ہنسا۔ پھر کہنے لگا آج رات کسی طالب علم کی گردن پر سوار ہو کر اس مسجد میں دوڑانا چاہئے یہاں تک کہ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ کہو کیسی عمدہ بات ہے۔ میں ڈرا کہ یہ مجھ پر سوار نہ ہو جائے۔ میرے پاس خنجر تھا میں نے اس کو ہاتھ میں لے کر کہا آج کیسی عمدہ رات ہے کسی مجذوب کو قتل کر کے اس کا گوشت کھانا چاہئے۔ وہ بہت ہنسا اور کہا اے بھائی تو نے کونسی کتاب میں پڑھا ہے کہ درویش کو قتل کرنا اور اس کا گوشت کھانا حلال ہے۔ میں نے کہا تو نے کونسی کتاب میں پڑھا ہے کہ طالب کی گردن پر سوار ہونا اور اس کو بے ہوش کرنا مباح ہے۔ کہنے لگا میری مراد اس سے مجازی معنی تھے کہ کسی طالب علم پر توجہ ڈال کر اپنے تصرف میں لا کر آب و گل کی زحمت سے نجات دلانی چاہئے۔ میں نے کہا میری مراد بھی مجازی معنی ہی تھے یعنی مجذوب کے دل کو پورے طور پر اپنی طرف متوجہ کر کے اس کے کمالات حاصل کرنا چاہئے۔ پھر کہنے لگا کہ ان تین راتوں میں اگر تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا تو تجھے آخرت میں نفع ملتا۔ اگر سو جاتا تو تیرے بدن کو آرام ملتا۔ اس بحث و مباحثہ سے تجھے کیا حاصل ہوا۔ میں نے کہا تم نے سچ کہا لیکن یہ امور مجھ سے چھوڑے نہیں جاتے۔ اس نے کہا فکر نہ کرو چھوڑنے کا زمانہ قریب ہی ہے سب چھوٹ جائے گا

تلاش علم

علم نفس کی ذلت۔ علماء کی خدمت اور معاش کی تنگی کے ساتھ حاصل ہوتا ہے

شیخ عبدالفتاح ابوغدہ مترجم مولانا محمد شریف

علماء کے اقوال و واقعات

(۱۲۷) امام نووی رحمہ اللہ نے اپنی عظیم کتاب "المجموع" کے پر مغز مقدمہ کے باب "آداب المتعلم" میں فرمایا کہ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس نے بھی علم ملک اور عزت نفس کے ساتھ حاصل کرنے کی کوشش کی وہ کامیاب نہیں ہوا، لیکن جس نے نفس کو ذلیل کر کے تنگی معاش اور خدمت علماء کے ساتھ علم کو حاصل کیا وہ کامیاب رہا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ علم حاصل نہیں ہوتا مگر نفس کو ذلت برداشت کرنے پر صبر کرنے سے، اور یہ بھی فرمایا کہ طلب علم درست نہیں مگر مفلس شخص کے لئے، ان سے پوچھا گیا کہ اس غنی کے لئے جس کی غنا صرف اس کے لئے کافی ہو، فرمایا ایسے غنی میں بھی صلاحیت علم نہیں ہوتی۔

امام مالک بن انس رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس علم سے کوئی بھی اپنی چاہت کی حد تک، اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا۔ جب تک وہ ضرر رساں حد تک کا فقر برداشت نہ کر لے، اور جب تک فقر اس کی ہر چیز کو متاثر نہ کر لے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ فقہ کے حصول پر مدد حاصل کی جا سکتی ہے غموں کے گھل جانے کے ساتھ، اور تعلقات ختم کر دینے کے ساتھ، اور معمولی چیز کو بقدر ضرورت لینے کے ساتھ، ابراھیم اجری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس نے فاقہ کے ساتھ علم حاصل کیا اس کو فہم و فراست عطاء کر دی جاتی ہے۔

(۱۲۸) حافظ ذہبی نے "تذکرۃ الحفاظ" میں امام نضر بن شمیل المازنی البصری اللغوی (عالم اھل مروہ خلیل بن احمد الفراھیدی کے شاگرد) کی سوانح میں لکھا ہے۔ کہ داؤد بن مخراق نے کہا کہ میں نے نضر بن شمیل کو فرماتے ہوئے سنا کہ انسان علم کی لذت حاصل نہیں کر سکتا جب تک وہ بھوک کو نہ بھول جائے۔

Scanned with CamScanner

(۱۲۹) یاقوت الحموی نے ''معجم الادباء'' میں امام حافظ فقیہ مجتہد صاحب فن ابن حزم علی بن احمد اندلسی القرطبی (ولادت ۳۸۴ھ وفات ۴۵۶ھ رحمہ اللہ) کی سوانح میں لکھا کہ امام ابن حزم ایک دن فقیہ ابوالولید سلیمان بن خلف الباجی۔ کتب کثیرہ کے مؤلف کے ساتھ ۴۴۰ھ میں ملے اوران دونوں میں مناظرہ شروع ہوا۔ جب مناظرہ ختم ہوگیا تو فقیہ ابوالولید الباجی نے ابن حزم کو کہا کہ آپ مجھ کو کچھ معذور بھی سمجھیں' اس لئے کہ میرا اکثر مطالعہ چوکیداروں کے چراغوں کی روشنی میں ہوتا رہا' ابن حزم نے کہا کہ تم بھی مجھ کو معذور سمجھو اس لئے کہ میرا اکثر مطالعہ سونے اور چاندی کے بنے ہوئے چراغوں کی روشنی میں ہوتا رہا۔

یاقوت الحموی کہتے ہیں کہ اس سے ابن حزم کی مراد یہ ہے کہ فقر کی بنسبت غنا اور مالداری طلب علم کو زیادہ ضائع کرنے والی ہے۔

(۱۳۰) قاضی عیاض نے ''ترتیب المدارک'' میں امام حافظ فقیہ محدث صاحب فن ابو الولید سلیمان بن خلف الباجی الاندلسی' القرطبی (ولادت ۴۰۳ھ وفات ۴۷۴ھ رحمہ اللہ) کی سوانح میں لکھا ہے۔

کہ آپ اصلاً بطلیوس سے تھے پھر باجہ اندلس منتقل ہوگئے جب آپ پہلی مرتبہ اندلس کی جانب عازم ہوئے تو آپ کی مالی حالت کمزور تھی۔ اور دوران سفر وہ اتنے محتاج ہوگئے کہ قیام بغداد کے زمانہ میں انہوں نے مزدوری شروع کردی' اور ایک پھاٹک پر چوکیدار ہوگئے اس مزدوری سے وہ اپنے لئے نفقہ اور مطالعہ کے لئے روشنی کا اہتمام کرتے۔

پھر وہ اندلس آگئے اور وہاں پر ان کی حالت تنگ ہی تھی تو وہاں وہ سونے کے ورق ڈھالنے والوں کے پاس پتیوں سے ورق اتارنے کی مزدوری پر لگ گئے' اور سونے کے ورق والی رسیوں کو گرہ لگایا کرتے تھے' ان کے ثقہ اصحاب نے یہ بات بیان کی کہ وہ ہم کو پڑھانے کے لئے تشریف لاتے اور انکے ہاتھوں پر ہتھوڑے کے نشانات کام کا زنگ اور میل کچیل ہوا کرتا تھا' یہاں تک کہ ان کا علم ظاہر ہوگیا' لوگوں میں ان کی معرفت ہوگئی اوران کی تصانیف مقبول ہوئیں۔ دنیا میں ان کی آواز بلند ہوئی۔ ان کا حق پہچانا گیا ان کے پاس دنیا آئی' ان کا مقام بلند ہوا' اور ان کا حوصلہ زیادہ ہوا' ان کا حال کشادہ ہوا' اور کمائی وافر ہوگئی اور وہ وافر مقدار

میں مال چھوڑ کر دنیا سے گئے۔ ان کے ہاں مجلس لگنے لگی اور ابن حزم کے ساتھ ان کے مناظرے ہونے لگے جو ابن حزم کی رسوائی اور اپنے مسلمہ مقام سے نیچے گرنے کا سبب بنے' اس سے پہلے ابن حزم وھاں کے سردار سمجھے جاتے تھے۔ لیکن ان کے ساتھ مناظروں کی وجہ سے ابن حزم کا معاملہ کھٹائی میں پڑ گیا۔

(۱۳۱) علامہ شیخ محمد ابوزھرہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''ابن حزم'' میں علامہ باجی اور ابن حزم کا ایک دوسرے کے سامنے معذرت نامہ نقل کرنے میں انتہائی درجہ کی غربت اور کریہہ مالداری کا حال نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ابن حزم یہ بات محسوس کرتے تھے کہ مال کی کثرت اور عیش کی زندگی نفس تک پہنچنے والے علم کے راستوں کو مسدود کردیتی ہے۔ مال دار شخص علم کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اس لئے کہ فراخی سے لھو ولعب کا دروازہ کھل جاتا ہے تو نور و معرفت کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ پس زندگی کے لذائذ کی کثرت دل کے نور کو مٹا دیتی ہے' اور بصیرۃ کو اندھا کردیتی ہے' اور اس کی تیزی سے ادراک ختم ہو جاتا ہے۔

اور فقیر شخص کا طلب معاش اس پر لھو ولعب کے دروازے بند کردیتا ہے۔ اس کا نفس چمکدار ہو جاتا ہے اور اس میں ہدایت کی نورانیت پھوٹتی ہے' یہ ابن حزم کا نظریہ ہے۔ اور باجی کی نظر اسباب مادیہ کی طرف متوجہ ہے۔ کہ حیات مادی سھل ہونی چاہیے قطع نظر اسباب نفسیہ کے جو اس کو متضمن ہیں غنا کی وجہ سے اکثر علم سے انصراف ہوتا ہے لھو ولعب کی طرف۔ اور علم سے انصراف کے ذرائع بھی وافر ہوتے ہیں۔

طلب علم کی ابتدائی زندگی میں فقر ابیض نعمت خداوندی ہے:

(۱۳۲) استاد عبدالفتاحؒ فرماتے ہیں کہ میری نظر میں اقرب الی الصواب امام باجی کا اعتذار ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس بارے میں ایک قول فیصل ارشاد فرمایا ہے۔ کہ جس آدمی کے گھر میں آٹا نہ ہو اس کے ساتھ مشورہ نہ کیا کرو اس لئے کہ اس غم سے اس کی عقل نہیں رہتی۔ حقیقت یہ ہے کہ فقر کی دو حالتیں ہیں۔

ایک حالت جس میں انسان کا دل غم وحزن' کثرت عیال' اور نفس ٹوٹ پھوٹ کا شکار

Scanned with CamScanner

ہونے کی وجہ سے غم میں مبتلا ہوتا ہے۔ اور اس فقر کے علل میں سے ہے کہ یہ انسان کے نفس اور عقل پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اس کی تعبیر ہم سیاہ فقر کے ساتھ کرتے ہیں اور یہی فقر ذہن کو منتشر اور قابلیت کو ختم کر دیتا ہے۔ اور اس قسم کے فقر میں مبتلا شخص اس طرح مرجھا جاتا ہے۔ جس طرح درخت پانی نہ ملنے کی وجہ سے مرجھا جاتا ہے۔ اور اسی قسم سے اس شخص کا فقر ہے جس کے گھر میں آٹا نہ ہو، شیخ ابراھیم نظام رحمہ اللہ کا فقر اسی قسم کا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر تمہارے پڑوس میں جنازہ ہو اور تمہارے گھر میں آٹا نہ ہو تو تم اس جنازے میں شرکت نہ کرو، اس لئے کہ تمہاری مصیبت اس سے زیادہ ہے اور تمہارا گھر ماتم کا زیادہ حقدار ہے۔

اور دوسری حالت یہ ہے کہ اس میں فقیر ہلکے بوجھ والا ہوتا ہے اور اللہ پر اس کا اطمینان راسخ ہو جاتا ہے۔ فقر اس کے سطح جسم اور ظاہری لباس پر ہی اثر انداز ہوتا ہے، اور اس کا دل بہر حال ثابت قدم، پرنور اور مجتمع ہوتا ہے، اس فقر کا نام ہم فقر ابیض سفید فقر رکھتے ہیں طالب علم کے اوائل زندگی میں یہ ایک نعمت ہے۔ کہ دنیا اس کو اپنے مشاغل، خطرات، اور فتنوں کی طرف مائل نہیں کر سکتی۔ اس لئے کہ کم دنیا رکھنے والے میں زیادہ قوت ہوتی ہے علم کے حفظ اور تحصیل علم کی۔

(۱۳۳) شاید فقر کے اسی نوع کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ترجیح دی شرف اور فضیلت دی ہے غنا پر، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فقر کو ہر چیز پر ترجیح دیتے تھے، فقر کے ساتھ انس رکھتے تھے، اور اسی سے ان کو راحت ملتی تھی، حافظ ابن کثیر نے ''البدایہ والنھایہ'' میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی سوانح میں لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ فقر ایک ایسا مقام ہے جس تک اکابرین کے علاوہ کسی دوسرے کی رسائی نہیں ہو سکتی، اور فقر زیادہ اشرف ہے غنا سے اس لئے کہ فقیر پر صبر کڑواہٹ ہے اور اس کا پریشان کرنا حال کے اعتبار سے شکر سے بڑھ کر ہے۔ میں فقیر کی فضلت کے ساتھ کسی چیز کو برابر نہیں کرتا۔ امام احمد بن حنبل دنیا کی کمی کو پسند فرماتے حساب کے آسانی کی وجہ سے۔

(۱۳۴) حافظ ابن جوزیؒ نے ''مناقب امام احمد بن حنبلؒ'' اور امام علامہ مفلح الحنبلیؒ نے ''الاداب الشرعیہ'' میں کہا ہے کہ ابوبکر المرّوذی نے فرمایا کہ میں نے ابوعبداللہ احمد بن حنبلؒ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں فقر کے ساتھ کسی چیز کو برابر نہیں کرتا میں فقر کے ساتھ کسی چیز کو برابر نہیں کرتا، میں اس وقت زیادہ خوش ہوتا ہوں، جب میرے پاس کچھ نہیں ہوتا۔ وہ فقراء کے ساتھ محبت فرماتے، میں نے امام احمد بن حنبلؒ کی مجلس کے علاوہ کسی دوسری مجلس میں فقیر کو زیادہ باعزت نہیں دیکھا۔ میں نے ان کے سامنے ایک پھٹے پرانے کپڑوں والے، فقر پر صبر کرنے والے فقیر کا ذکر کیا، تو اس کے بعد وہ بار بار مجھ سے اس کے بارے میں پوچھتے، اور فرماتے جاؤ اس کی خبر لاؤ۔ سبحان اللہ فقر پر صبر، میں فقر پر صبر کو کسی چیز کے برابر نہیں قرار دیتا، تم جانتے ہو کہ فقر پر صبر کیا چیز ہے، اور اس کی کیا حیثیت ہے؟

اور فرمایا کرتے تھے کہ کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جن کو دنیا فتنہ میں مبتلاء کرنے کے لئے دی گئی ہے، اور دوسرے کو اس سے گوشہ نشین کیا۔

کیا تم جانتے ہو کہ جب تمہارے گھر والے تم سے کسی چیز کا مطالبہ کریں اور تم اس پر قادر نہ ہو۔ تو تم کو اجر میں کیا چیز ملتی ہے، میرے دنوں میں سب سے خوشگوار دن وہ ہے کہ جس دن میں اس حالت میں صبح کروں کہ میرے پاس کچھ نہ ہو، جتنی دنیا کم ہو گی اتنا حساب کم ہو گا، یہ ایک طعام ہے طعام کے علاوہ اور ایک لباس ہے، اور یہ کم ہی دن ہوتے ہیں۔

ابراھیم بن ادھمؒ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ تو ایک بھوک ہے جس کو ہم نے بند کر دیا ہے۔ ہر طعام ہمارے پہلو میں ایک ہی ہے، اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ غنا عافیت کی قسم ہے، اور آسودہ حال لوگوں کی قربت میں فتنہ ہے، اور ان کے ساتھ بیٹھنا فتنہ ہے، ہر چیز کا ایک اکرام ہے۔ اور دل کا اکرام اللہ سے راضی ہونا ہے، اور اپنے بعض احباب کو فرمایا کرتے تھے کہ ہم میں سے کوئی کتنا عرصہ زندہ رہے گا، پچاس سال، ساٹھ سال، گویا کہ ہم مر گئے گویا کہ ہم مر گئے، میں جوانی کی تشبیہ ایسی چیز کے ساتھ دیتا ہوں جو میری آستین میں ہو اور گر جائے۔

(۱۳۵) اور شاید فقر کے اسی نوع کی تعریف امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمائی اور اس کے ساتھ انس پیدا اور اس کو علما کی زینت اور وقار سمجھا۔

بیہقی نے ان سے نقل کیا ہے کہ یونس بن عبدالاعلیٰ کہتے ہیں کہ مجھے امام شافعی رحمہ اللہ

Scanned with CamScanner

نے فرمایا'اے ابو موسیٰ' میں نے فقر کے ساتھ انس پیدا کر لیا ہے اب مجھے اس سے وحشت نہیں ہوتی' اور مجھے فرمایا' اے ابو موسیٰ علماء کے ساتھ سب سے مزین چیز فقر ہے' قناعت کے ساتھ جب وہ ان دونوں پر راضی بھی ہو۔ اور میں نے آپ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ علماء کا فقر اختیاری اور جہلاء کا فقر اضطراری ہے۔ ابن عبد الحکم کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رحمہ اللہ کو سنا وہ فرما رہے تھے کہ میں نے امام محمد بن حسن الشیبانی کو فرماتے ہوئے سنا کہ علم ایسے شخص کے حال کے مناسب ہے جس کے دل کو گھٹیا قسم کے سالن نے زخمی کیا ہو۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے ہی فرمایا کہ علم کا طلب کرنا مفلس کے لئے ہی مناسب ہے اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جس نے علم کو آزردگی' دل کی اکتاہٹ سے اور مالداری سے' طلب کیا وہ کم ہی کامیاب ہوتا ہے' لیکن جس نے ذلت نفس' تنگی عیش' اور علم کی خدمت سے حاصل کیا وہ کامیاب ہوا۔

(۱۳۶) اس قسم کے فقر کا شاہد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فقر والی حدیث ہے' ان کے فقر نے ہی ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کی حاضر باشی پر اطمینان کے ساتھ مسؤلیت کے ساتھ کم مصروف ہونے کی وجہ سے آمادہ کیا تھا' مال کے اعتبار سے ان کا فقر ان کے لئے اور لوگوں کے لئے بہتر ثابت ہوا' وہ صرف پیٹ بھر کر کھانا مل جانے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں پابندی کے ساتھ رہتے' اور اسی ضمن میں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں کے لیے احادیث یاد کیں' اگر وہ تجارت و زراعت والے ہوتے جیسے ان کے برابر والے دوسرے تھے مہاجرین و انصار میں سے۔ جو انہوں نے مراد لئے ہیں۔ تو ان کو بھی وہی چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے مشغول کر دیتی۔ جس چیز نے ان کو مشغول کیا تھا۔

(۱۳۷) اسی وجہ سے امام ابو محمد جمال الدین عبداللہ بن یوسف ابن ھشام النحوی المصری کتاب ''القطر'' اور ''المغنی'' وغیرہ مصنف (ولادت ۷۰۸ھ وفات ۷۶۱ھ رحمہ اللہ) حصول علم کے طلباء کو سخت مشقت برداشت کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تحصیل علم کی مشقتوں میں سے فقر بھی ہے' اس لئے کہ ہر غالی اور قیمتی چیز تک رسائی کے لئے صبر شرط

ہے۔ اور فرمایا کہ جس نے علم کے لئے صبر کیا وہ اس کے حصول پر کامیاب ہو جاتا ہے' جو حسیناؤں سے منگنی کا طلب گار ہو وہ مال کے خرچ کو برداشت کرتا ہے' اور جو شخص بلند مرتبہ کے حصول کے لئے تھوڑی ذلت برداشت نہیں کرتا پھر وہ تمام زندگی ذلت ہی برداشت کرتا ہے' اور ذلت کی زندگی بسر کرتا ہے۔

فقر' غربت' بھوک' صبر پر علماء کے اقوال:

(۱۳۸) ادب' تاریخ' سوانح' اخلاق کی کتابیں علماء کے اقوال سے فقر' غربت' بھوک اور صبر سے بھری پڑی ہیں' ان شدائد پر صبر' ثواب کے حصول' اور اجر کی امید کرتے تھے' اس میں وہ کامیاب رہے۔

جیسا کہ بعض علماء کا فقر اور تنگدستی سے زچ ہونے' ملول ہونے' پر ان کی فقر کی مذمت سے بھی کتب بھری پڑی ہیں' اور ان علماء کے کثیر مقدار میں اشعار بھی موجود ہیں۔ ان میں سے فقر زندگی کی آسائش کی عدم دستیابی بھوک ان پر غالب آنے کے بارے میں ایک صاحب نے کہا کہ بھوک تو ایک خشک روٹی کے ٹکڑے سے بھی دور ہو جاتی ہے' پھر کس وجہ سے میں اپنے خطرات کو زیادہ کروں' اور موت ہی بہترین منصف ہے کیونکہ اس کا حکم خلیفہ اور تنگ دست فقیر سب کے لئے برابر ہے۔

(۱۳۹) امام شافعی رحمہ اللہ کو ان پر فقر و فاقہ کے غلبہ کی وجہ سے حقیر سمجھا جاتا تھا لیکن وہ صبر سے اس غلبہ کو توڑ دیتے تھے' اور اس پر غالب آجاتے تھے' آپ کی طرف منسوب اشعار میں آپ نے فرمایا ''اے سراندیپ کے آسمان تو موتیاں برسا' اور اے تکرور کے کنوؤں تم سونے کی ڈلیاں بہاؤ' اگر میں زندہ رہا تو خوراک سے محروم نہیں رہونگا' میری ہمت بادشاہوں والی ہمت ہے' میرا نفس آزاد ہے جو ذلت کو کفر سمجھتا ہے' جب میں عمر بھی ایک خوراک پر اکتفا کر سکتا ہوں تو پھر میں زید و عمرو کی زیارت نہیں کروں گا۔

(۱۴۰) اور یہ ہیں قاضی' ادیب' شافعی فقیہ' ابو الحسن علی بن عبد العزیز الجرجانی' امام شافعی کے پیروکار' فرماتے ہیں' انہوں نے کہا کہ خضوع تک پہنچ جاؤں ...

Scanned with CamScanner

فقر ہے، میرے درمیان اور مال کے درمیان دو ایسی چیزیں ہیں جنہوں نے مجھ پر غنا حرام کر دی ہے، انکار کرنے والا نفس، اور زمانہ، جب کہتے ہیں کہ یہ آسانی ہے، تو میں اس سے ورے مواقف دیکھتا ہوں تو اسی جگہ میرے وقوف سے تنگدستی بہتر ہے، اگر زمانہ کے پاس اس کے سوا کچھ نہیں جس سے میری طاقت کم ہوتی ہے، تو میرے پاس اس کے لئے صبر ہی ہے

(۱۴۱) یہ ایک عالم ہیں جو اس مقام اور بلند مرتبہ تک رسائی سے تکبر کرتے ہیں جو سوال اور ہاتھ پھیلانے سے حاصل ہوتی ہے، وہ ایسے رتبے کو حاصل کرنے سے منع کرتے ہیں روکتے ہیں جس میں ذلت ہو اور وہ انکساری کے ساتھ ہاتھ پھیلانے کو (اگرچہ وہ بلندی تک رسائی کے لئے ہو) عالم کی حقارت اور ذلت سمجھتے ہیں، اس لئے کہ عالم کا ساتھ کسی انسان کے سامنے ہاتھ پھیلانا مناسب ہی نہیں، کیونکہ دعوت حق کی وجہ سے یہ بلند مقام پر ہے۔ اور ان کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی وجہ سے اس کے نفس کی ذلت ہے، یہ متکبر اور انکار کرنے والے شیخ کہتے ہیں کہ تم بلند مرتبت کے حصول کے لئے ہاتھ نہ پھیلاؤ، کہ بلند مرتبت تم کو کہے لاؤ اپنا ہاتھ

(۱۴۲) اور ان میں ایک صاحب ہیں، جن کو ناپسندیدہ امور، حوادثات زمانہ کی نامساعد حالات نے گھیرا لیکن یہ ان پر صبر کی وجہ سے غالب رہے اور گویا کہ انہی کی زبان پر ابوالمظفر محمد بن احمد الأبیوردی کے اشعار ہیں، مجھے زمانہ نے ناپسندیدہ امور سے دوچار کرنا چاہا، لیکن اس سے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ میں تو بہت بڑا اور حوادثات زمانہ بہت کم اور ہلکے ہیں، زمانہ مجھ کو اپنے ظلم و ستم کے طریقے بتلاتا رہا اور میں اس کو اپنا صبر بتلاتا رہا۔

(۱۴۳) اور یہ ایک دوسرے صاحب ہیں جو فقر اس کے آلام اور اس کے حملوں پر غالب آتے ہیں اور سختیوں کا مقابلہ صبر اور عزیمت سے کرتے ہیں۔ بلکہ وہ صبر کا مقابلہ کرتے ہیں اور صبر پر غالب آجاتے ہیں اور اس کو شکست دے دیتے ہیں۔ اپنی قوت نفس اور اپنی خود رائی کی متانت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں "صبر کیا صبر نے پس اس کی فریادرسی کی صبر نے تو صبور بھی پکارنے لگا اے صبر، صبر کر"

توابل الادم
سولہ اجزاء کا مجموعہ
بنوں
سالن مصالحہ
مرچ سرخ، دھنیا، ہلدی، لہسن، میتھی، زیرہ، کالی، دارچینی، جلوتری، الائچی کلاں، اجوائن، انار دانہ، تیز پتہ، جائفل، لونگ اور ٹماٹر پاؤڈر
تیار کردہ: حاجی مقبول الرحمٰن، شاقیاز خان
گل آباد کالونی دلہ زاک روڈ پشاور - پاکستان